انشاءاللہ خاں انشا

کہانی رانی کیتکی

اور

اودے بھان کی

ترتیب وتدوین

محمد اکرام چغتائی
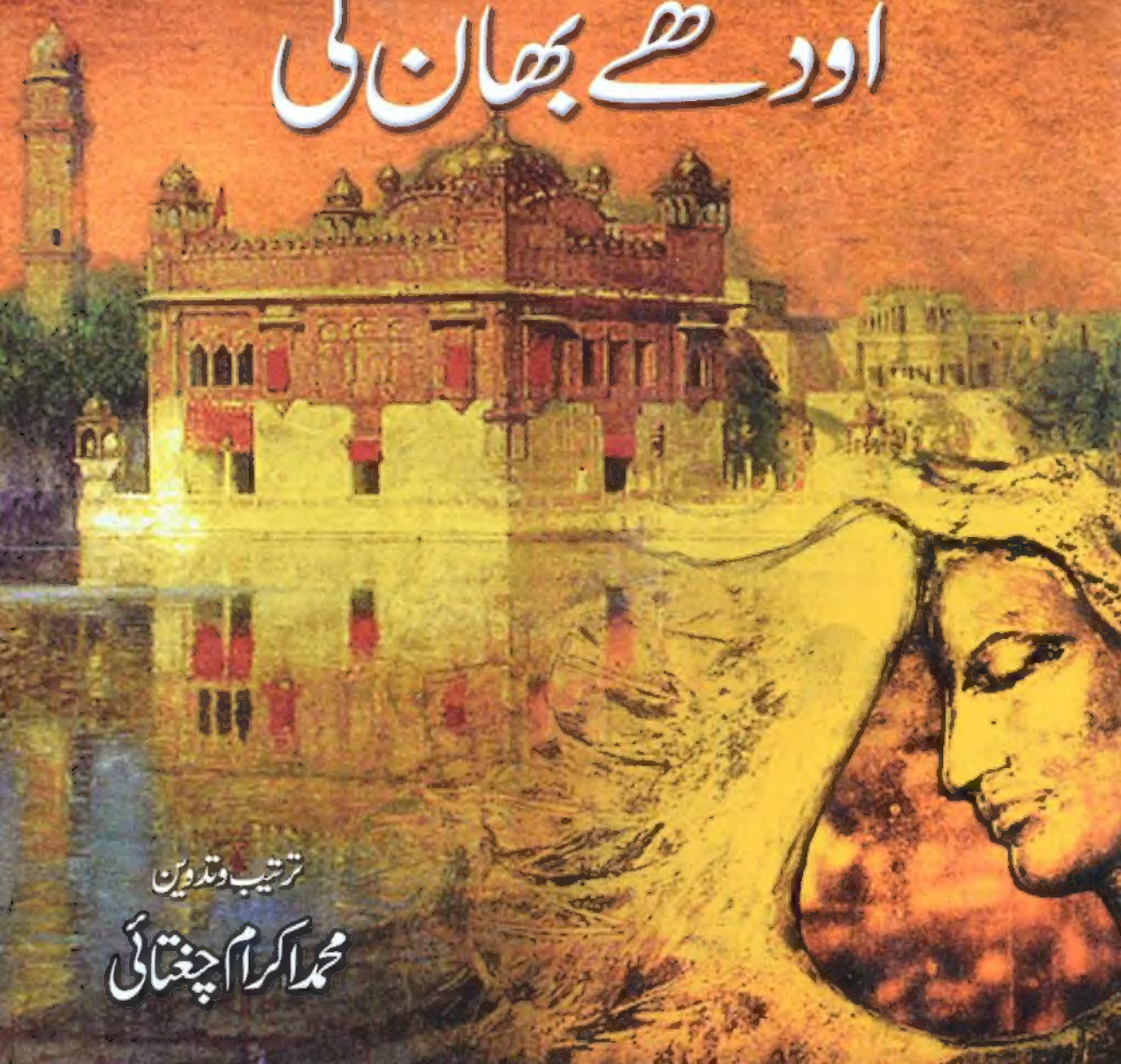
کہانی رانی کیتکی اور اودھے بھان کی

از

انشا اللہ خاں انشا

ترتیب وتدوین

محمد اکرام چغتائی

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[یہ وہ کہانی ہے جس میں ہندوی چھٹ
کسی اور بولی کا نہ میل ہے نہ پُٹ]

سر جھکا کر ناک رگڑتا ہوں، اوس اپنے بنانے والے کے سامنے، جس نے ہم سب کو بنایا اور بات کی بات میں وہ سب کر دکھایا، جس کا بھید کسی نے نہ پایا۔

[دوہا، اپنی بولی کا]

آتیاں جاتیاں جو سانسیں ہیں
اوس کے بن دھیان یہ سب پھانسیں ہیں

یہ کل کا پُتلا جو اپنے اوس کھلاڑی کی سُدھ رکھے، تو کھٹائی میں کیوں پڑے؟ اور کڑوا کسیلا کیوں ہو؟ اوس پھل کی مٹھائی چکھے، جو بڑوں سے بڑائی اگلوں نے چکھی ہے۔

دیکھنے کو آنکھیں دیں اور سننے کو یہ کان دیئے۔ ناک بھی اونچی سب میں کر دی۔ مورتوں کی جی دان دیئے۔ مٹی کے باسن کو اتنی سکت کہاں، جو اپنے کمہار کے کرتب کچھ بتا سکے۔ سچ ہے، جو بنایا ہوا ہو، سو اپنے بنانے والے کو کیا سراہے اور کیا کہے؟ یوں جس کا جی چاہے، پڑا بکے۔ سر سے لگا پاؤں تک جتنے رونگٹے ہیں، جو سب کے سب بول اٹھیں اور سراہا کریں اور اتنے برسوں اسی دھیان میں رہیں جتنی ساری ندیوں میں ریت اور پھول پھلیاں کھیت میں ہیں، تو بھی کچھ نہ ہو سکے۔ [کراہا کریں]

اس سر جھکانے کے ساتھ ہی دن رات جپتا ہوں اوس داتا کے بھیجے ہوئے پیارے کو، جس کے لیے یوں کہا ہے: ''جو تم نہ ہوتا، میں کچھ نہ بناتا'' اور اوس کا چچیرا بھائی، جس کا بیاہ اوسی کے گھر ہوا، اوسی کی سُرت مجھے لگی رہی ہے۔ میں پھولا اپنے آپ میں نہیں سماتا اور جتنے اون کے لڑکے بالے ہیں اونہیں کے یہاں پر چاؤ ہے۔ اور کوئی ہو، کچھ میرے جی کو نہیں بھاتا۔ مجھے اس گھرانے کے چھٹ کسی بے بھاگ، اوچک، چور، ٹھگ سے کیا پڑی؟ جیتے مرتے

اونہیں سبھوں کا آسرا اور اون کے گھرانے کا رکھتا ہوں۔ تیسوں گھڑی۔

ڈول ڈال ایک انوکھی بات کا

ایک دن بیٹھے بیٹھے یہ بات اپنے دھیان میں چڑھ آئی، کوئی کہانی ایسے کہیے جس میں ہندوی کی چُھٹ اور کسی بول سے نپٹ نہ ملے۔ تب جا کے میرا جی پھول کی کلی کے روپ سے کھلے۔ باہر کے بول اور گنواری کچھ اوس کے بیچ نہ ہو۔ اپنے سننے والوں میں سے ایک کوئی بڑے پڑھے لکھے، پرانے دھرانے، بوڑھے گھاگ یہ کھٹ راگ لائے۔ سر ہلا کر، مونہہ بنا کر، ناک بھوں چڑھا کر، آنکھیں پھرا کر، لگے کہنے: ''یہ بات ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ ہندوی پن بھی نہ نکلے اور بھاکھا پن نہ کھوس جائے، جیسے بھلے لوگ اچھوں سے اچھے آپس میں بولتے چالتے ہیں، جوں کا توں وہی ڈول رہے اور چھانہہ کسی کی نہ پڑے۔ یہ نہیں ہونے کا۔''

میں نے اون کی ٹھنڈی سانس کی پھانس کا ٹہوکا کھا کر جھنجلا کر کہا:

''میں کچھ ایسا انوکا بولا نہیں، جو رائی کو پربت کر دکھاؤں اور جھوٹ سچ بول کے انگلیاں نچاؤں اور بے سُری، بے ٹھکانے کی اولجھی سلجھی باتیں سنجاؤں۔ جو مجھ سے نہ ہوسکتا، تو بھلا یہ بات مونہہ سے کیوں نکالتا؟ جس ڈھب سے ہوتا، اس بکھیڑے کو ٹالتا۔''

اس کہانی کا کہنے والا یہاں آپ کو جتاتا ہے اور جیسا کچھ لوگ اوسے پکارتے ہیں کہہ سناتا ہے۔ دہنا ہاتھ مونہہ پر پھیر کر آپ کو جتاتا ہوں، جو میرے داتا نے چاہا تو وہ تاؤ بھاؤ اور آؤ جاؤ اور کود پھاند اور لپٹ اور جھپٹ دکھاؤں جو دیکھتے ہی آپ کے دھیان کا گھوڑا، جو بجلی سے بھی بہت چنچل، اچھلاہٹ میں ہرنوں کے روپ میں، اپنی چوکڑی بھول جائے۔

گھوڑے پر اپنے چڑھ کے آتا ہوں مَیں
کرتب جو ہیں، سو سب دکھاتا ہوں مَیں
اوس چاہنے والے نے جو چاہا، تو ابھی
کہتا جو کچھ ہوں، کر دکھاتا ہوں مَیں

اب آپ کا کان رکھ کے، سمجھ ہو کے ٹک اِدھر دیکھیے، کس ڈھب سے بڑھ چلتا ہوں اور اپنے ان پھول کی پنکھڑی جیسے ہونٹوں سے کس روپ کے پھول اوگلتا ہوں۔

کہانی کا نو بہار اور بول چال کی دولہن کا سنگار

کسی دیس میں کسی راجہ کے گھر ایک بیٹا تھا۔ اوسے اوس کے ماں باپ اور سب کے گھر کے لوگ کنور اودے بھان کر کے پکارتے تھے۔ سچ مچ اوس کے جوبن کی جوت میں سورج کی ایک سوت آ ملی تھی۔ اوس کا اچھاپن اور بھلا لگنا کچھ ایسا نہ تھا جو کسی کے لکھنے اور کہنے میں آ سکے۔ پندرہ برس بھر کے سولہویں میں پانو رکھا تھا۔ کچھ یونہیں سی اوس کی مسیں بھیگتی چلی تھیں۔ اکڑ مکڑ اوس میں بہت سی سما رہی تھی۔ کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا۔ پر کسی بات کی سوچ کا گھر گھاٹ پایا نہ تھا اور چاؤ کی ندی کا پاٹ اون نے دیکھا نہ تھا۔

ایک دن ہریالی دیکھنے کو اپنے گھوڑے پر چڑھ کے اٹھکھیل پنے اور لڑک پن کے ساتھ دیکھتا بھالتا چلا جاتا تھا۔ اتنے میں ایک ہرنی جو اوس کے سامنے آئی، تو اوس کا جی لوٹ پوٹ ہوا۔ اوس ہرنی کے پیچھے سب کو چھوڑ چھاڑ کر گھوڑا پھینکا۔ کوئی گھوڑا اوس کو پا سکتا تھا؟ جب سورج چھپ گیا اور ہرنی آنکھوں سے اوجھل ہوئی، تب تو یہ کنور اودے بھان بھوکھا، پیاسا اور اوداسا جامائیاں اور انگڑائیاں لیتا ہکا بکا ہو کے آسرا ڈھونڈھنے۔ اتنے میں کچھ امریاں دھیان چڑھیں۔ اودھر چل نکلا تو کیا دیکھتا ہے چالیس پچاس رنڈیاں، ایک سے ایک جوبن میں اگلی، جھولا ڈالے ہوئے پڑی جھول رہی ہیں اور ساون گاتیاں ہیں۔ جو اونھوں نے اوس کو دیکھا ''تو کون تو کون'' کر چنگھاڑسی پڑ گئی۔ اون سبھوں میں ایک کے ساتھ اوس کی آنکھ لڑ گئی۔

دوہا

کوئی کہتی تھی یہ اچکا ہے
کوئی تھی کہتی ایک پکا ہے

وہی تو جھولنے والی لال جوڑا پہنے ہوئے، جس کو سب رانی کیتکی کہتے تھے، اوس کے بھی جی میں اوس کی چاہ نے گھر کیا۔ پر کہنے سننے کو بہت سی ناہ نوہ کی۔ ''اس لگ چلنے کو بھلا کیا کہتے ہیں؟ یک نہ یک جو تم جھٹ سے ٹپک پڑے۔ یہ جانا جو یہاں رنڈیاں اپنی جھول رہی ہیں۔ اجی تم! جو اس روپ کے ساتھ بے دھڑک چلے آئے ہو، ٹھنڈی ٹھنڈی چھانہہ چلے جاؤ۔''

تب انہوں نے مسوس کے ملولا کھا کے کہا کہ

''اتنی رُکھائیاں نہ دیجئے۔ میں سارے دن کا تھکا ہوا ایک پیڑ کی چھانہہ میں اوس کا بچاؤ کر کے پڑ رہوں گا۔ بڑے تڑکے دھوند لکے اوٹھ کر جدھر کو مونہہ پڑے گا، چلا جاؤں گا۔ کسی کا لیتا دیتا نہیں۔ ایک ہرنی کے پیچھے سب

لوگوں کو چھوڑ کر گھوڑا پھینکا تھا۔ جب تلک اوچالا رہا، اوسی کے دھیان میں تھا۔ جب اندھیرا چھا گیا اور جی بہت گھبرا گیا، ان امریوں کا آسرا ڈھونڈھ کر یہاں چلا آیا ہوں۔ کچھ روک ٹوک تو نہ تھی جو ماتھا ٹھنک جاتا اور رک رہتا۔ سر اوٹھائے ہانپتا ہوا چلا آیا۔ کیا جانتا تھا پدمنیاں پڑی جھولتی پینگیں چڑھا رہی ہیں۔ پر یُوں بدی تھی۔ برسوں میں بھی تو جھولا کروں گا۔"

یہ بات سن کر جو لال جوڑے والی سب کی سردھری تھی، اون نے کہا:

"ہاں جی! بولیاں ٹھولیاں نہ مارو۔ ان کو کہہ دو جہاں جی چاہے اپنے پڑ رہیں اور جو کچھ کھانے پینے کو مانگیں انہیں پہونچا دو۔ گھر آئے کو کسی نے آج تک مار نہیں ڈالا۔ مونہہ کا ڈول، گال تمتمائے اور ہونٹھ پیرائے اور گھوڑے کا ہانپنا اور جی کا کانپنا اور گھبراہٹ اور تھرتھراہٹ اور ٹھنڈی سانسیں بھرنا اور نڈھال ہو کر گرے پڑنا ان کو سچا کرتا ہے۔ بات بنی ہوئی اَن بچوٹی کی کوئی چھپتی ہے؟ پر ہمارے اور اون کے بیچ میں کچھ اوٹ سی کپڑے لتے کی کر دو۔"

اتنا آسرا پاکے سب سے پرے کونے میں جو پانچ سات چھوٹے چھوٹے پودے سے تھے، اون کی چھانہہ میں کنور اودے بھان نے اپنا بچھونا کیا۔ سرہانے ہاتھ دھر کے چاہتا تھا سو رہے، پر نیند کوئی چاہت کی لگاوٹ میں آتی تھی؟ پڑا پڑا اپنے جی سے باتیں کر رہا تھا۔ اتنے میں کیا ہوتا ہے جو رات سائیں سائیں بولنے لگتی ہے اور ساتھ والیاں سب سو رہتی ہیں۔ رانی کیتکی اپنی سہیلی مدن بان کو جگا کر یوں کہتی ہے:

"اری! او تو نے کچھ سنا ہے؟ میرا جی اس پر آ گیا اور کسی ڈول سے نہیں تھم سکتا۔ تُو سب میرے بھیدوں کو جانتی ہے۔ اب جو ہونی ہو، سو ہو۔ سر رہتا رہے یا جاتا جائے، میں اوس کے پاس جاتی ہوں۔ تُو میرے ساتھ چل۔ پر تیرے پانو پڑتی ہوں۔ کوئی سننے نہ پائے۔ اری! یہ میرا جوڑا میرے اور اوس کے بنانے والے نے ملا دیا۔ میں اسی لیے، جیسے ان امریوں میں آئی تھی۔"

کیتکی مدن بان کے ہاتھ پکڑے وہاں آن پہونچتی ہے، جہاں کنور اودے بھان لیٹے ہوئے کچھ سوچ میں پڑے بڑبڑا رہے تھے۔ مدن بان آگے بڑھ کر کہنے لگی: "تمہیں اکیلا جان کے رانی آپ آئی ہیں۔" کنور اودے بھان یہ سن کے اٹھ بیٹھے اور یہ کہا کہ "کیوں نہ ہو۔ جی سے جی کو ملاپ ہے۔" کنور اور رانی دونو چپ چاپ بیٹھے تھے۔ پر مدن بان دونو کے بدن گدگدا رہی تھی۔ ہوتے ہوتے اپنے اپنے پتے سب نے کھولے۔ رانی کا پتّا یہ کھلا: "راجہ جگت پرکاس کی بیٹی ہیں اور اون کی رانی کام لتا کہلاتی ہیں۔ ایک مہینے پیچھے ماں باپ نے ان کے کہہ دیا ہے امریوں میں جا کر جھول آیا کرو۔ آج وہی دن تھا سو تم سے مُٹ بھیڑ ہو گئی۔ بہت مہاراجوں کنوروں کی باتیں آئیاں، پر کسی پر ان کا دھیان نہ چڑھا۔ تمہارے دھن بھاگ، جو تمہارے پاس سب سے چھپ کے مَیں جو ان کی لڑکپن کی گوئیاں ہوں' مجھے اپنے ساتھ لے کے آئیں ہیں۔ آپ ہی تم کہانی کہو جو تم کس دیس کے کون ہو؟"

انہوں نے کہا: ''میرا باپ راجہ سورج بھان اور ماں رانی لچھمی باس ہے۔ آپس میں جو گٹھ جوڑا ہو جائے تو انوکھی، اچرج اور اچنبھے کی بات نہیں۔ یوہیں آگے سے ہوتا چلا آیا ہے۔ جیسا مونہہ ویسی تھپیڑ۔ جوڑ توڑ ٹول لیتے ہیں۔ دونو مہاراجوں کو یہ چیت چاہی بات اچھی لگے گی۔ پر ہم تم دونو کے جی کا گٹھ جوڑا چاہیے۔''

اس میں مدن بان بول اوٹھی:

''سو تو ہوا۔ اپنی اپنی انگوٹھیاں ہیر پھیر کرلو اور آپس میں لکھوٹی ابھی لکھ دو۔ پھر کچھ ہچڑ پچڑ نہ رہے۔''

کنور اودے بھان نے اپنی انگوٹھی رانی کیتکی کو پہنا دی اور رانی کیتکی نے انگوٹھی کنور کی انگلی میں ڈال دی اور ایک دھیمی سی چٹکی بھی لے لی۔

اس میں مدن بان بول اوٹھی: ''جو سچ پوچھو تو اتنی بھی بہت ہوئی۔ اتنا بھر چلنا اچھا نہیں۔ میرے سر چوٹ ہے۔ اب اوٹھ چلو اور ان کو سونے دو اور روئیں پڑے رونے۔''

وہ بات جب ٹھیک ٹھاک ہو چکی تھی، پچھلے پہر سے رانی تو اپنی سہیلیوں کو لے کے جدھر سے آئی تھی، اودھر چلی گئی اور کنور اودے بھان اپنے گھوڑے کی پیٹھ لگ کر لوگوں سے مل کر اپنے گھر پہونچے۔

کنور جی کا روپ کیا کہوں۔ کچھ کہنے میں نہیں آتا۔ کھانا، نہ پینا، نہ لگ چلنا، کسی سے کچھ نہ کہنا نہ سننا۔ جس دھیان میں تھے، اوسی میں گوتھے رہنا۔ گھڑی گھڑی کچھ کچھ سوچ سوچ سر دُھننا۔

ہوتے ہوتے اس بات کا لوگوں میں چرچا پھیل گیا۔ کسی کسی نے مہاراج اور مہارانی سے کہا:

''کچھ دال میں کالا ہے۔ وہ کنور اودے بھان جن سے تمہارے گھر کا اوجالا ہے، ان دنوں کچھ اوس کے برے تیور اور بے ڈول آنکھیں دکھائی دیتی ہیں۔ گھر سے باہر تو پانو نہیں دھرتا۔ گھر والیاں جو کسی ڈول سے بہلاتی ہیں تو اور کچھ نہیں کرتا ایک اونچی سانس لیتا ہے۔ اور بہت کسی نے چھیڑا تو چھپر کھٹ پر جا کے اپنا مونہہ لپیٹ کے آٹھ آٹھ آنسو پڑا روتا ہے۔''

یہ سنتے ہی ماں باپ کنور کے پاس دوڑے آئے۔ گلے لگایا، مونہہ چوما، پانو پر بیٹے کے گر پڑے، ہاتھ جوڑے اور کہا:

''جی کی بات ہے سو کہتے کیوں نہیں؟ کیا دکھ پڑا ہے، جو پڑے پڑے کراہتے ہو؟ راج پاٹ جس کو چاہو دے ڈالو۔ کہو تم کیا چاہتے ہو؟ تمہارا جی کیوں نہیں لگتا؟ بھلا وہ ہے کیا جو ہو نہیں سکتا۔ مونہہ سے بولو، جی کھولو، جو کہنے میں کچھ سوچتے ہو ابھی لکھ بھیجو۔ جو کچھ لکھو گے، جوں کی توں وہیں کر تمہیں دے جاویں گے۔ جو تم کہو کنویں میں گر پڑو، تو ہم دونو ابھی گر پڑتے ہیں۔ جو کہو سر کاٹ ڈالو، تو ابھی سر کاٹ ڈالتے ہیں۔''

کنور اودے بھان جو وہ بولتے ہی نہ تھے، اونہوں نے لکھ بھیجنے کا آسرا پا کے اتنا بولے:

''اچھا آپ سدھاریئے۔ ہاں میں لکھ بھیجتا ہوں۔ پر میرے اوس لکھ بھیجنے کو میرے مونہہ پر کسی ڈھب سے نہ لانا۔ نہیں تو میں شرماؤں گا۔ اسی لیے مُکھ بات ہو کے میں نے کچھ نہ کہا۔''

اور یہ لکھ بھیجا:

''اب جو میرا جی ناک میں آ گیا اور سَن ڈھب نہ رہا گیا اور آپ نے مجھے سو سو روپ سے کھولا اور بہت سا ٹٹولا، تب تو لاج چھوڑ کے ہاتھ جوڑ کے مونہہ کو پھوڑ کے گھگھیا کے یہ لکھتا ہوں

جگ میں چاہ کے ہاتھوں کسی کو سکھ نہیں

ہے بھلا وہ کون جس کو دکھ نہیں

وہ اوس دن جو میں ہریالی دیکھنے کو گیا تھا، وہاں جو میرے سامنے ایک ہرنی کنوتیاں اوٹھائے ہوئے ہولی تھی، اوس کے پیچھے مَیں نے گھوڑا ایک چھٹ پھینکا۔ جب تک اوجالا رہا اوسی کی دھن میں پھینکا کیا۔ جب اندھیرا ہو گیا اور سورج ڈوبا، جی میرا بہت اوداس ہوا۔ امریاں تاک کے میں اون میں گیا، تو اون امریوں کا پتا پتا میرے جی کا گاہک ہوا۔ وہاں کا یہ شغلا ہے۔ کچھ رنڈیاں جھولا جھول رہی تھیں۔ اون سب کی سر دھری کوئی رانی کیتکی، مہاراج جگت پرکاس کی بیٹی ہے۔ اونہوں نے یہ انگوٹھی اپنی مجھے دی اور میری انگوٹھی اونہوں نے لی اور لکھاوٹ بھی لکھ دی۔ سو یہ انگوٹھی اون کی لکھاوٹ سمیت میرے لکھے ہوئے کے ساتھ پہونچتی ہے۔ آپ دیکھ لیجئے اور جس میں بیٹے کا جی رہ جائے، وہ کیجئے۔''

مہاراج اور مہارانی اوس بیٹے کے لکھے ہوئے آنے سے یوں لکھتے ہیں:

''ہم دونو نے اوس انگوٹھی اور لکھاوٹ کو اپنی آنکھوں سے ملا۔ اب تم کچھ کڑھو مت۔ رانی کیتکی کے ماں باپ تمہاری بات مانتے ہیں تو ہمارے سمدھی اور سمدھن ہیں۔ دونو راج ایک جاگہ ہو جائیں گے اور جو کچھ نانوہ کی ٹھہرے گی، تو جس ڈول سے بن آوے گا، ڈھال تلوار کے بل تمہاری دولہن ہم تم سے ملا دیں گے۔ آج سے اوداس مت رہا کرو۔ کھیلو، کودو، بولو چالو، آنندیں کرو۔ اچھی گھڑی سبھ مہورت سوچ کے تمہارے سسرال میں کسی بامہن کو بھیجتے ہیں، جو بات چیت چاہیے ٹھیک کرلاوے۔''

بامہن جو سبھ گھڑی دیکھ کر ہڑبڑائی سے گیا تھا، اس پر بڑی کڑی پڑی۔ سنتے ہی رانی کیتکی کے باپ نے کہا:

''اون کے ہمارے ناتا نہیں ہونے کا۔ اون کے باپ دادے ہمارے باپ دادوں کے آگے سدا ہاتھ جوڑ کے باتیں کرتے تھے اور جو تنک تیوری چڑھی دیکھتے تھے، بہت ڈرتے تھے۔ کیا ہوا جو اب وہ بڑھ گئے اور اونچے پر چڑھ گئے۔ جس کے ماتھے ہم بائیں انگوٹھے سے ٹیکا لگا دیں، وہ مہاراجوں کا راجہ ہو جائے۔ کس کا مونہہ جو یہ بات ہمارے

مونہہ پر لاوے۔''

بامہن نے جل بھن کے کہا:

''اگلے بھی اسی بچار میں تھے اور بھری سبھا میں یہی کہتے تھے ہم میں اون میں کچھ کھونٹ کی میل تو نہیں ہے، پر کنور کی ہٹ سے کچھ ہماری نہیں چلتی، نہیں تو ایسی اوچھی بات کب ہمارے مونہہ سے نکلتی؟''

یہ سنتے ہی مہاراج نے بامہن کے سر پر پھولوں کی چھڑی پھینک ماری اور کہا:

''جو بامہن کی ہتیا کا دھڑکا نہ ہوتا تو تجھ کو ابھی چکی میں دلوا ڈالتا۔ اوس کو لے جاؤ اور ایک اندھیری کوٹھری میں موندر کھو۔''

جو اس بامہن پر بیتی، سو سب کنور اودے بھان کے ماں باپ نے سنتے ہی لڑن کی ٹھان، اپنے ٹھاٹھ باندھ کر، دَل بادل جیسے گھر آتے ہیں، چڑھ آیا۔ جب دونو مہاراجوں میں لڑائی ہونے لگی، رانی کیتکی ساون بھادوں کے روپ سے رونے لگی اور دونو کے جی پر یہ آ گئی۔

''یہ کیسی چاہت ہے، جس میں لوہو برسنے لگا اور اچھی باتوں کو جی ترسنے لگا۔''

کنور نے چپکے سے یہ لکھ بھیجا:

''اب میرا کلیجا ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ دونو مہاراجوں کو آپس میں لڑنے دو۔ کسی ڈول سے جو ہو سکے تو تم مجھے اپنے پاس بلا لو۔ ہم تم دونو مل کے کسی اور دیس کو نکل چلیں۔ جو ہونی ہو، سو ہو۔''

ایک مالن جس کو پھول کلی کر پکارتے تھے، اون نے اوس کنور کی چٹھی کسی پھول کی پنکھڑی میں لپیٹ سپیٹ کر رانی کیتکی تک پہونچا دی۔ رانی نے اوس چٹھی سے آنکھیں اپنی ملیں اور مالن کو ایک تھال بھر کے موتی دیئے اور چٹھی کی پیٹھ پر اپنے مونہہ کی پیک سے یہ لکھا:

''اے میرے جی کے گاہک! جو تو مجھے بوٹی بوٹی کر چیل کوے کو دے ڈالے تو بھی میری آنکھیں چین اور کلیجہ سکھ ہووے، پر یہ بات بھاگ چلنے کی اچھی نہیں۔ ڈول سے بیٹا بیٹی کے باہر ہے۔ جی تجھ سے پیارا نہیں۔ ایک تو کیا جو کروڑ جی جاتے رہیں، پر بھاگنے کی کوئی بات ہمیں تو اچھی نہیں۔''

یہ چٹھی پیک بھری جو کنور تک جا پہنچتی ہے، وہ کئی ایک سونے کے ہیرے موتی پکھراج کے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھال نچھاور کر کے لٹا دیتا ہے اور چھٹی سے اوس کی بے کلی چوگنی پچگنی ہو جاتی ہے۔ اوس چٹھی کو اپنے گورے ڈنڈ پر باندھ لیتا ہے۔

آنا جوگی مہندر گر کا کیلاس پہاڑ سے اور ہرن ہرنی کر ڈالنا کنور اودے بھان اور اوس کے ماں باپ کا

جگت پرکاس اپنے گرو کو جو کیلاس پہاڑ پر رہتا تھا، یوں لکھ بھیجتا ہے:

''کچھ ہماری سہائے کیجئے۔ مہا کٹھن ہم بپتا ماروں کو پڑی ہے۔ راجہ سورج بھان کو اب یہاں تک باؤ بھک نے لیا ہے جو انہوں نے ہم سے مہاراجوں سے ناتے کا ڈول کیا ہے۔''

کیلاس پہاڑ اک ڈال چاندی کا ہے۔ اوس پر راجہ جگت پرکاس کا گرو مہندر گر، جس کو اندر لوگ سب کہتے تھے، دھیان گیان میں کوئی نوے لاکھ اتیتوں کے ساتھ ٹھاکر کے بھجن میں دن رات رہا کرتا۔ سونا، روپا، تانبے، رانگے کا بناتا اور گٹکا مونہہ میں لے کے اوڑتا۔ ورے رہے، اوس کو اور باتیں اِس اِس ڈھب کی دھیان میں تھیں جو کچھ کہنے اور سننے سے باہر ہیں۔ مینہ سونے روپے کا برسا دیتا اور جس روپ میں چاہتا، ہو جاتا۔ سب کچھ اوس کے آگے ایک کھیل تھا۔ اور گانے میں اور بین بجانے میں مہادیو جی چھٹ، سب اوس کے آگے کان پکڑتے تھے۔ سُرستی جس کو پنڈو کہتے ہیں، اون نے بھی اسی سے کچھ کچھ گنگنانا سیکھا تھا۔ اوس کے سامنے چھ راگ، چھتیس راگنیاں، آٹھ پہر روپ مدھوں کا سادھرے ہوئے، اوس کی سیوا میں ہاتھ جوڑے کھڑی رہتی تھیں۔ وہاں اتیتوں کو یہ کہہ کر پکارتے تھے۔ بھیروں گر، بھبھاس گر، ہنڈولی گر، میگھ ناتھ، کدار ناتھ، دیپک داس، جوتی سروپ، داس سارنگ روپ اور اتیاں اس ڈھب سے کہلاتی تھیں:

گوجری، ساوری، گوری، مالسری، بلاول۔ جب چاہتا تھا، اُدھر میں سنگاسن پر بیٹھ اوڑائے پھرتا تھا اور نوے لاکھ اتیت گٹکے اپنے اپنے مونہہ لئے ہوئے گیروے بسترے پہنے جٹا بکھیر اوس کے ساتھ ہوتے تھے۔ جس گھڑی راجہ جگت پرکاس کی چٹھی ایک بھگوّلے پہنچتا ہے، جوگی مہندر گر ایک چنگھاڑ مار کر دَل بادلوں کو تہلکا دیتا ہے۔ بگھمبر رتھ بھبوت اپنے مونہہ کو مل کچھ کچھ پڑھنت کرتا ہوا باؤ کے گھوڑی کی پیٹھ پر لاگا اور سب اتیت مرگ چھالوں پر بیٹھے ہوئے مونہہ میں لئے ہوئے بول اوٹھے:

''گورکھ جاگا۔''

ایک آنکھ کی جھپک میں وہاں آن پہنچتا ہے، جہاں دونو مہاراجوں میں لڑائی ہو رہی تھی۔ پہلے تو ایک کالی آندھی آئی، پھر اولے برسے، پھر اک آندھی آئی۔ کسی کو اپنی سُدھ نہ رہی۔ ہاتھی، گھوڑے اور جتنے لوگ اور بھیڑ بھاڑ راجہ سورج بھان کی تھی، کچھ نہ سمجھا گیا کدھر گئی۔ اونہیں کون اٹھالے گیا اور راجہ جگت پرکاس کے لوگوں پر اور رانی کیتکی جی کے لوگوں پر کیوڑے کی بوندوں کی ننھی ننھی پھُہارسی پڑنے لگی۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو گرو نے اپنے اتیتوں سے کہہ دیا:

''اودے بھان، سورج بھان، لچھمی باس ان تینوں کو ہرن ہرنی بنا کے کسی بَن میں چھوڑ دو اور جو ان کے ساتھی ہوں، اون سبھوں کو توڑ پھوڑ دو۔''

جیسا کچھ گرو جی نے کہا جھٹ پٹ وو ہیں کیا۔ بِپَت کا مارا کنور اودے بھان جی اور اوس کا باپ مہاراجہ سورج بھان جی اور اوس کی ماں مہارانی لچھمی باس ہرن ہرنی بن، بن کے ہری ہری گھاس کئی برس تک چگتے رہے اور اوس بھیڑ بھڑ کے کا کچھ تھل بیڑا نہ ملا جو کدھر گئے اور کہاں۔ یہاں رہنے دو۔ پھر سینیے۔

اب رانی کیتکی کے باپ اور مہاراجہ جگت پرکاس کی سینیے۔ اون کے گھر کا گھر گرو جی کے پانو پر گرا اور سب نے سر جھکا کر کہا:

''مہاراج! یہ آپ نے بڑا کام کیا ہم سب کو رکھ لیا۔ جو آج آپ آنہ پہنچتے تو کیا رہا تھا۔ سب نے مر مٹنے کی ٹھان لی تھی۔ ان پاپیوں سے کچھ نہ چلے گی۔ یہ جان لی تھی راج پاٹ سب ہمارا نچھاور کر کے جس کو چاہیے دے ڈالیے۔ ہم سب کو اتیت بنا کے اپنے ساتھ لیجئے۔ راج ہم سے نہیں تھمتا۔ سورج بھان کے ہاتھ سے آپ نے بچایا۔ اب کوئی ان کا چچا چندر بھان چڑھ آوے گا تو کیونکر بچنا ہو گا۔ اتنی آپ میں تو سکت نہیں۔ پھر ایسے راج کا چھٹے منہہ۔ کہاں تک آپ کو ستایا کریں۔''

یہ سن کے جوگی مہندر گر نے کہا:

''تم سب ہمارے بیٹا بیٹی ہو۔ آنندیں کرو۔ بناؤ سکھ چین سے ایسا وہ کون ہے جو تمہیں آنکھ بھر اور ڈھب سے دیکھ سکے۔ یہ بگھمبر اور بھبوت ہم ہی تمہیں دیا۔ جو کچھ ایسی گاڑ پڑے تو اس بگھمبر میں سے ایک رونگٹا توڑ کر آگ پر دھر کے پھونک دیجو۔ وہ رونگٹا پھونکنے نہ پاوے گا جو ہم آن پہنچیں گے۔ رہا بھبوت سو اس لئے ہے جو کوئی چاہے اسے انجن کرے۔ وہ سب کچھ دیکھ لے اور اسے کوئی نہ دیکھے۔ جو چاہے کرلے۔ گرو مہندر گر جن کے پانو پوجیئے اور دھن مہاراج کیئے، اون سے تو کچھ چھپاؤ مت۔''

مہاراجہ جگت پرکاس ان کو مورچھل کرتے ہوئے رانیوں کے پاس لے گئے۔ سونے روپے کے پھول گود بھر بھر سب نے نچھاور کیئے اور ماتھے رگڑے۔ اونھوں نے سب کی پیٹھیں ٹھونکیں۔ رانی کیتکی نے بھی ڈنڈوت کی۔ پر جی ہی جی میں بہت سی گرو جی کو گالیاں دیں۔ گرو جی سات دن سات راتیں راجہ جگت پرکاس کو سنگاسن میں بیٹھا کے اپنے اوس بگھمبر پر اُس ڈول سے کیلاس پہاڑ پر آ دھمکے۔ راجہ جگت پرکاس اپنے اگلے ڈھب سے راج کرنے لگا۔

رانی کیتکی کا مدن بان کے آگے رونا، پچھلی باتوں کا دھیان کر کے ہاتھ جی سے دھونا، اپنی بولی کے دوہوں میں

رانی کو بہت سی بے کلی تھی   کب سوجتی وہ بری بھلی تھی

چپکے چپکے کراہتی تھی — جینا اپنا نہ چاہتی تھی
کہتی تھی کبھی ''اری مدن بان — ہے آٹھ پہر مجھے وہی دھیان
یہاں پیاس کسے بھلا کسے بوکھ — دیکھوں ہوں وہی ہرے ہرے روکھ
ٹپکے کا ڈر ہے اب یہ کبھی — چاہت کا گھر ہے اب یہ کبھی
امریوں میں اون کا وہ اترنا — اور رات کا سائیں سائیں کرنا
اور چپکے سے اوٹھ کر میرا جانا — اور تیری وہ چاہ کا جتانا
اون کی وہ اتار انگوٹھی لینی — اور اپنی انگوٹھی اون کو دینی
آنکھوں میں میری وہ پھر رہی ہے — جی کا جو روپ تھا وہی ہے
کیونکر انہیں بھولوں کیا کروں میں — ماں باپ سے کب تلک ڈروں میں
اب میں نے سنا ہے اے مدن بان! — بن بن کے ہرن ہوئے اودے بھان
چرتے ہوں گے ہری ہری دوب — کچھ تو بھی پسیج، سوچ میں ڈوب
میں اپنی گئی ہوں چوکڑی بھول — مت مجھ کو سونگھا یہ ڈھڈھے پھول
پھولوں کو اُٹھا کے یہاں سے لے جا — سونکڑے ہوا میرا کلیجا
بکھرے جی کو نہ کر اکٹھا — ایک گھاس کا لا کے رکھ دے گٹھا
ہریالی اسی کی دیکھ لوں میں — کچھ اور تو تجھ کو کیا کہوں میں
ان آنکھوں میں ہے بھڑک ہرن کی — پلکیں ہوئی جیسی گھاس بن کی
جب دیکھیے ڈھڈھا رہیں ہیں — اوسیں آنسو کی چھا رہیں ہیں
یہ بات جو جی میں گڑ گئی ہے — ایک اوس سی مجھ پر پڑ گئی ہے

اسی ڈول سے جب اکیلی ہوتی تھی، تب مدن بان کے ساتھ ایسے ہی موتی پروتی تھی۔

بھبوت مانگنا رانی کیتکی کا اپنی ماں رانی کام لتا سے آنکھ مچول کھیلنے کے لیے اور روٹھ رہنا، اور راجہ جگت پرکاس کا بلانا اور پیار سے کچھ کچھ کہنا اور وہ بھبوت دینا

ایک رات رانی کیتکی نے اپنی ماں رانی کام لتا سے بھلاوے میں ڈال کر یہ پوچھا:
''گرو جی گسائیں مہندر گر نے جو بھبوت باپ کو دیا تھا وہ کہاں رکھا ہوا ہے اور اس سے کیا ہوتا ہے۔''
ان کی ماں نے کہا: ''واری! تو کیوں پوچھتی ہے۔''

رانی کیتکی کہنے لگی: ''آنکھ مچول کھیلنے کے لیے چاہتی ہوں۔ جب اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلوں اور چور بنوں تو کوئی مجھ کو پکڑ نہ سکے۔''

رانی کام لتا نے کہا: ''وہ کھیلنے کے لیے نہیں ہے۔ ایسے لٹکے کسی برے دن کے سنبھالنے کو ڈال رکھتے ہیں۔ کیا جانے کوئی گھڑی کیسی ہے کیسی نہیں۔''

رانی کیتکی اپنی ماں کی اس بات سے اپنا منہ تھتھا کے روٹھ گئی اور دن بھر کھانا نہ کھایا۔ مہاراج نے جو بلایا تو کہا ''مجھے رُچ نہیں۔'' تب رانی کام لتا بول اٹھیں: ''اجی! کچھ تم نے سنا۔ بیٹی تمہاری آنکھ مچول کھیلنے کے لیے وہ بھبوت گرو جی کا دیا ہوا مانگتی تھی۔ میں نے نہ دیا اور کہا: ''لڑکی! یہ لڑکپن کی باتیں اچھی نہیں۔ کسی برے دن کے لیے گرو جی دے گئے ہیں۔ اس پر مجھ سے روٹھی تھی۔ بہتیرا بہلاتی پھسلاتی ہوں، مانتی نہیں۔''

مہاراج نے کہا: ''بھبوت کیا مجھے اپنا جی بھی اس سے پیارا نہیں۔ اوس کی ایک گھڑی بھر کے بہل جانے پر ایک جی تو کیا جو لاکھ جی ہوں تو دے ڈالیئے۔''

رانی کیتکی کو ڈبیا میں سے تھوڑا سا بھبوت دیا۔ کئی دن تلک آنکھ مچول اپنے ماں باپ کے سامنے سہیلیوں کے ساتھ کھیلتی سب کو ہنساتی رہی۔ جو سو سو تھال موتیوں کے نچھاور ہوا کیے۔ کیا کہوں ایک چُہل تھی، جو کہیئے تو کروڑوں پوتھیوں میں جیوں کی تیوں نہ آ سکے۔

رانی کیتکی کے چاہت سے بے کل ہوا پھرنا اور مدن بان کا ساتھ سے نہیں کرنا

ایک رات رانی کیتکی اسی دھیان میں اپنے مدن بان سے کہہ اٹھی: ''اب میں نگوڑی لاج سے کٹ کرتی ہوں۔ تو میرا ساتھ دے۔'' مدن بان نے کہا: ''کیوں کر۔''

رانی کیتکی نے وہ بھبوت کا لینا اسے جتایا اور یہ سنایا:

''سب یہ آنکھ مچول جھلیں میں نے اس دن کے لیے کر رکھی تھیں۔''

مدن بان کہنے لگی: ''میرا کلیجا تھرتھرانے لگا۔ اے! یہ مانا تم اپنی آنکھوں میں اس بھبوت کا انجن کر لو گی اور میرے بھی لگا دو گی تو ہمیں تمہیں کوئی نہ دیکھے گا اور ہم تم سب کو دیکھیں گے۔ پر ایسے ہم کہاں سے جی چلے ہیں جو بن لیے جو بن پیرے بھٹکا کریں اور ہرنوں کے سینگوں میں دونو ہاتھ ڈال کے لٹکا کریں اور جس کے لیے یہ سب کچھ ہے سو وہ کہاں اور ہووے تو کیا جانے جو یہ رانی کیتکی جی اور یہ مدن بان نگوڑی نوچی کھسوٹی اون کی سہیلی چولہے اور بھاڑ میں جائے یہ چاہت، جس کے لیے ماں باپ، راج پاٹ، سُکھ، نیند، لاج کو چھوڑ کر ندی کے کچھاڑوں میں پھرنا پڑے۔ سو بھی بے ڈول جو وہ اپنے روپ میں ہوتے تو بھلا تھوڑا بہت کچھ آسرا تھا نہ جی! یہ ہم سے نہ ہو سکے گا۔ مہاراج راج

پرکاس اور مہارانی کام لتا کا ہم جان بوجھ کر گھر اُجاڑیں اور بہکا کے اون کی بیٹی جو اکلوتی لاڈلی ہے، اوس کو لے جاویں اور جہاں تہاں اسے بھٹکاوٗ اور بناس پتی کھلاویں اور اپنے چونڈے کو ہلاویں۔ اے جی! اوس دن تمھیں یہ بوجھ نہ آئی تھی جب تمہارے اور اوس کے ماں باپ میں لڑائی ہو رہی تھی۔ اوس نے اوس مالن کے ہاتھ تمھیں لکھ بھیجا تھا ''بھاگ چلیں'' تب تو اپنے منہ کی پیک سے اس کی چٹھی کی پیٹھ پر جو لکھا تھا سو کیا بھول گیا۔ تب تو وہ تاؤ بھاؤ دکھایا تھا۔ اب جو وہ کنور اودے بھان اور اون کے ماں باپ جسے بن بن کے ہرن ہرنی ہوئے کیا جانے یہ ہرنیوں کے ان کے دھیان پر وہ کر بیٹھے جو کسی نے تمہارے گھرانے میں نہیں کی۔ اس بات پر ماٹی ڈال دو۔ نہیں تو پچھتاؤ گی اور اپنا کیا پاؤ گی۔ مجھ سے تو کچھ نہ ہو سکے گا۔ تمہاری کچھ اچھی بات ہوتی ہو تو جیتے جی میرے منہ سے نہ نکلتی۔ پر یہ بات میرے پیٹ میں نہیں پچ سکتی۔ تم ابھی الھڑ ہو۔ تم نے کچھ دیکھا نہیں جو اسی بات پر تمھیں سچ مچ ڈھلتا دیکھوں گی تو تمہارے ماں باپ سے کہہ کر وہ بھبوت جو موا انگوڑا بھوت، مچھندر کا پوت، ابدھوت دے گیا ہے، ہاتھ مڑ وڑا کے چھنوالوں گی۔''

رانی کیتکی نے یہ رکھائیاں مدن بان کی سن کر ٹال دیا اور کہا: ''جس کا جی ہاتھ میں نہ ہو، وہ ایسی ایسی لاکھوں سوچتے ہیں۔ کہنے پر اور کرنے سے بہت سا پھیر ہے۔ یہ بھلا کوئی اندھیر ہے جو ماں باپ کو چھوڑ کر ہرنوں کے لیے پڑی دوڑتی پھروں۔ پر اری! تو بڑی باولی چڑیا ہے جو تو یہ بات ٹھیک ٹھاک کر جان لی اور مجھ سے لڑنے لگی۔''

رانی کیتکی کا بھبوت آنکھوں میں لگا کر گھر سے نکل جانا اور چھوٹے بڑوں کا تلملانا

دس پندرہ دن پیچھے ایک رات رانی کیتکی بن کہے مدن بان کے وہ بھبوت آنکھوں میں لگا کر گھر سے باہر نکل گئی۔ کچھ کہنے میں نہیں آتا جو ماں باپ پر ہوئی۔ یہ بات ٹھہرادی۔ گرو جی نے کچھ سمجھ کر رانی کیتکی کو اپنے پاس بلالیا ہوگا، مہاراجہ جگت پرکاس اور مہارانی کام لتا راج پاٹ سب کچھ اس بروگ میں چھوڑ چھاڑ ایک پہاڑ کی چوٹی پر جا بیٹھے اور کسی کو اپنے لوگوں میں سے راج تھامنے کے لیے چھوڑ آئے۔ تب مدن بان نے وہ سب باتیں کھولیاں۔

رانی کیتکی کے ماں باپ نے یہ کہا: ''اری مدن بان! جو تو بھی اوس کے ساتھ ہوتی تو کچھ ہمارا جی ٹھہرتا۔ اب جو وہ تجھے لے جائیں تو تو کچھ بچڑ مچڑ نہ کیجو، ان کے ساتھ ہو لیجو۔ جتنا بھبوت ہے تو اپنے پاس رکھ۔ ہم اس راکھ کو چولھے میں ڈالیں گے۔ گرو جی نے تو دونو راجوں کا کھوج کھویا۔ کنور اودے بھان اور اس کے ماں باپ دونو ستھور رہے اور جگت پرکاس اور کام لتا کو یوں تلپٹ کیا۔ بھبوت نہ ہوتا تو یہ باتیں کاہے کو سامنے آتیں۔''

مدن بان بھی ان کے ڈھونڈھنے کو نکلی۔ انجن لگائے ہوئے۔ ''کیتکی رانی کیتکی'' کہتی ہوئی چلی جاتی تھی۔

بہت دنوں پیچھے کہیں رانی کیتکی بھی ہرنوں کے ڈاروں میں ''اودے اودے بھان'' چنگھارتی ہوئی آنکلی جو ایک نے ایک کو تاڑ کر یوں پکارا ''اپنی اپنی آنکھیں دھوڈالو'' ایک ڈیرے پر بیٹھ کر دونو کے مٹ بھیڑ ہوئی۔ گلے مل کے ایسے

روئیاں جو پہاڑوں میں کوک سی پڑ گئی۔

دونوں اپنی بولی کا

دوہا

چھا گئی ٹھنڈی سانس جھاڑوں میں　　　　پڑ گئی کوک سی پہاڑوں میں

دونو جنیاں ایک ٹیلے پر اچھی سی چھنان (چھانہہ) تاڑ کے آ بیٹھیاں اپنی باتیں دہرانے لگیں۔ بات چیت رانی کیتکی کی مدن بان سے رانی کیتکی نے اپنی بیتی سب کہی اور مدن بان وہی اگلا جھیکنا جھینکا کی اور ان کے ماں باپ نے اون کے لیے جو جوگ سادھا اور جو بروگ لیا تھا، سب کہا۔ جب مدن بان یہ سب کچھ کہہ چکی تو پھر ہنسنے لگی۔ رانی کیتکی یہ لگی پڑھنے

دوہا

ہم نہیں ہنسنے سے رکتے، جس کا جی چاہے ہسے　　　　ہے وہی اپنی کہاوت آ پھنسے جی آ پھنسے

اب تو اپنے پیچھے سارا جھگڑا جھانٹا لگ گیا　　　　پاؤں کا کیا ڈھونڈھتی ہے جی میں کانٹا لگ گیا

مدن بان سے کچھ رانی کیتکی کے آنسو پونچھنے سے چلے۔ ''اون نے یہ بات ٹھہرائی جو تم کہیں ٹھہرو تو میں تمہارے اجڑے ہوئے ماں باپ کو چپ چاپ یہیں لے آؤں اور اونہوں سے یہ بات ٹھہراؤں۔ گسائیں مہندر گر جس کے یہ سب کرتوت ہیں، وہ بھی انہیں دونو اجڑے ہوئے کی مٹھی میں ہے۔ اب بھی جو میرا کہا تمہارے دھیان چڑھے تو گئے ہوئے دن پھر پھر سکتے ہیں۔ پر تمہاری کچھ بھاویں نہیں۔ ہم کیا پڑے بکتے ہیں۔ اس پر بیڑا اٹھاتی ہوں۔''

بہت دنوں میں رانی کیتکی نے اس پر اچھا کہا اور مدن بان کو اپنے ماں باپ کے پاس بھیجا اور چٹھی اپنے ہاتھ سے لکھ بھیجی ''جو آپ سے کچھ ہو سکے تو اس جوگ سے یہ ٹھہرا کے آویں۔''

مہاراج اور مہارانی کے پاس مدن بان کا پھر آنا اور چت چاہی بات کا سنانا

مدن بان رانی کیتکی کو چھوڑ کر راجہ جگت پرکاس اور رانی کام لتا جس پہاڑ پر بیٹھے ہوئے تھے، وہاں جھٹ سے آ دیس کر کے آ کھڑی ہوتی ہے اور کہتی ہے:

''لیجئے آپ کا گھر نئے سرے سے بسا اور اچھے دن آئے۔ رانی کیتکی کا ایک بال بھی بیکا نہ ہوا۔ انہیں کے ہاتھ کی یہ چٹھی لائی ہوں۔ آپ پڑھ لیجئے۔ آگے سو چاہے سو کیجئے۔''

مہاراج نے اسی بگھمبر میں سے ایک رونگٹا توڑ کر آگ پر دھر دیا۔ بات کی بات میں گسائیں مہندر گر آ پہنچے

اور جو کچھ نیا سانگ جوگی اور جوگن کا آیا تھا، آنکھوں دیکھا۔ سب کو چھاتی سے لگایا اور کہا:

''بکھمبر اسی لیے میں سونپ گیا تھا جو تم پر ہووے تو اوس کا ایک رونگٹا پھونک دیجو۔ تمہارے گھر کی یہ گت ہوگئی۔ اب تک تم کیا کر رہے تھے اور کس نیندوں سو رہے تھے۔ پر تم کیا کرو۔ وہ کھلاڑی جو جو روپ چاہے سو دیکھاوے۔ جو جو ناچ چاہے سو نچاوے۔ بھبوت لڑکی کو کیا دینا تھا۔ اودے بھان اور سورج بھان اوس کے باپ کو اور پنچھی باس کو میں نے کیا تھا۔ میرے آگے تینوں کو جیسے کا تیسا کرنا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ اچھا ہوئی سو ہوئی۔ اب چلو اٹھو۔ اپنے راج پر براجو اور بیاہ کا ٹھاٹھ کرو۔ اب تم اپنی بیٹی کو سمیٹو۔ کنور اودے بھان کو میں نے اپنا بیٹا کہا اور اوس کو لے کے میں بیاہنے چڑھوں گا۔''

مہاراج یہ سنتے ہی اپنے راج کی گدی پر آبیٹھے اور اس گھڑی کہہ دیا۔

''سارے چھتوں کو اور کوٹھوں کو گوٹے سے منڈھ لو اور سونے روپے کو روپہلے سنہرے سب جھاڑ اور پہاڑوں پر باندھ دو اور پیڑوں میں موتی کی لڑیاں گوندھو اور کہہ دو چالیس دن چالیس رات تک جس گھر ناچ آٹھ پہر نہ رہیگا، اوس گھر والے سے میں روٹھ رہوں گا اور جانوں گا یہ میرے دکھ سکھ کا ساتھی نہیں۔''

چھ مہینے جد کوئی چلنے والا کہیں نہ ٹھہرے اور رات دن چلا جائے، اس ہیر پھیر میں وہ راج سب تھا کہیں یہی ڈول ہوگیا۔

جانا مہاراج اور مہارانی اور گسائیں مہندر گر کا رانی کیتکی کے لینے کے لیے

پھر گرو جی اور مہاراج اور مہارانی، مدن بان کے ساتھ وہاں آپہنچے، جہاں رانی کیتکی چپ چاپ سُون کھینچے بیٹھی تھی۔ گرو جی نے رانی کیتکی کو اپنی گود میں لے کے کنور اودے بھان کا چڑھاوا چڑھا دیا اور کہا:

''تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اپنے گھر سدھارو۔ اب میں اپنے بیٹے کنور اودے بھان کو لیے ہوئے آتا ہوں۔''

گرو جی گسائیں جن کو ڈنڈوت ہے سو تو دوں سدھارتے ہیں۔ آگے جو ہوگی سو کہنے میں آوے گی۔ یہ دھوم دھام اور پھیلاوا دھیان کیجیے۔

مہاراجہ جگت پرکاس نے اپنے سارے دیس میں کہا: ''یہ پکار دیں جو یہ نہ کرے گا، اوس کی بری گت ہو گی۔ گانو میں آمنے سامنے ترپولئے بنا بنا کے سوہے کپڑے ان پر لگا دو اور گوٹ دھنک کی اور گوکھرو روپہلی سنہری اور کرنیں اور ڈانک ٹانک ٹانک رکھو اور جتنے بڑ، پیپل کے پرانے پرانے پیڑ جہاں جہاں ہوں، ان پر گوٹوں کے پھولوں کے سہرے ہرے بھرے ایسے جس میں سر سے لگا جڑ تک اون کی ٹھلک اور جھلک پہنچے، باندھ دو۔'' چوتکہ:

پودھوں نے رنگا کے سوہے جوڑے پہنے،
سو پانوں میں ڈالیوں نے توڑے پہنے،
بوٹی بوٹی نے پھول پھل کے گہنے،
جو بہت نہ تھے تو تھوڑے تھوڑے پہنے

جتنے ڈھڈ ھے اور ہریادل میں لہلہے پات تھے، اپنے اپنے ہاتھ میں چہچی مہندی کی رچاوٹ، سجاوٹ کے ساتھ جتنی سماوٹ میں سماسکی، کرلی اور جہاں تک نول بیاہی دلہنیں نتھیں پھلیوں کی اور سہاگنیں نئی نئی کلیوں کی، جوڑے پنکھڑیوں کے پہنے ہوئے تھیں، سب نے اپنی اپنی گود سہاگ پتاڑ کے پھول اور پھلوں سے بھرلی اور تین برس کا پیسا جو لوگ دیا کرتے تھے، اوس راجہ کے راج بھر میں جس جس ڈھب سے ہوا، کھیتی باڑی کرکے، ہل جوت کے اور کپڑا لتا بیچ کھونچ کے، سو سب اون کو چھوڑ دیا۔ اپنے گھروں میں بناؤ کے ٹھاٹھ کریں اور جتنے راج بھر میں کوئیں تھے، کھنڈ سالوں کے کھنڈ سال لیے جا ان میں اونڈیلیں گئیں اور سارے بنوں میں اور پہاڑتلیوں میں لال ٹینوں کی بہار، جھم جھماہٹ راتوں کو دیکھائی دینے لگی اور جتنی جھیلیں تھے، اون سب میں کسم اور ٹیسو اور ہرسنگار پڑ گیا اور کیسری بھی تھوڑی تھوڑی گھولنے میں آ گئی اور پھننگ سے لگا جڑ تک جھاڑ جھنکاڑوں میں پتے اور پتیوں کے بندھے چھتے تھے اور روپہلے سنہرے ڈانک گوند لگا لگا کے چپکا دیئے اور کہہ دیا گیا جو سوہی پگڑی اور سوہی باگے بن کوئی کسی ڈول، کسی روپ سے نہ پھرے چلے اور جتنے گویے، بجویے، بھانڈ، بھگتی، ڈھاڑی اور سنگیت ناچتے ہوئے ہوں، سب کو کہہ دیا جن جن گانو میں جہاں جہاں ہوں، اپنے اپنے ٹھکانوں سے مل کر اچھے اچھے بچھونے بچھا کر گاتے گاتے دھومیں مچاتے ناچتے کودتے رہا کریں۔

ڈھونڈنا گسائیں مہندر کا کنور اودے بھان اور اوس کے ماں باپ کو اور نہ پانا اور بہت سا تلملانا راجہ اندر کا اس کی چٹھی پڑھ کے آنا

یہاں کی بات اور چہلیں جو کچھ ہیں، سو یہیں رہنے دو۔ اب آگے یہ سنو۔ جوگی مہندر گر اور اس کے نوے لاکھ اتیتوں نے سارے بن کے بن چھان مارے، کہیں کنور اودے بھان اور اس کے ماں باپ کا ٹھکانا نہ لگا۔ تب ان نے راجہ اندر کو چٹھی لکھ بھیجی۔ اس چٹھی میں یہ لکھا ہوا تھا:

''تینوں جنوں کو میں نے ہرن اور ہرنی کر ڈالا تھا۔ اب اون کو ڈھونڈھتا پھرتا ہوں، کہیں نہیں ملتے اور میری جتنی سکت تھی، اپنے سے کر چکا ہوں اور اب میرے منہ سے نکلا کنور اودھے بھان میرا بیٹا اور میں اس کا باپ۔ اوس کی سسرال میں سب بیاہ کے ٹھاٹھ ہو رہے ہیں۔ اب مجھ پر نپٹ گاڑھ ہے۔ جو تم سے ہو سکے سو کرو۔''

راجہ اندر گرو مہندر گر کے دیکھنے کو سب اندراسن سمیت آپ آن پہنچتا ہے اور کہتا ہے:

''جیسا آپ کا بیٹا تیسا میرا بیٹا۔ آپ کے ساتھ میں سارے اندرلوک کو سمیٹ کے کنور اودھے بھان کو بیاہنے چڑھوں گا۔''

گسائیں مہندر گر نے راجہ اندر سے کہا:

''ہماری آپ کی ایک ہی ایک بات ہے۔ پر کچھ ایسی سوجھائیے جس میں وہ اودھے بھان ہاتھ آ دیں۔ یہاں جتنے گوپے اور گاین ہیں، ان سب کو ساتھ لے کے ہم اور آپ سارے بنوں میں پھریں۔ کہیں نہ کہیں ٹھکانا لگ جائے گا۔''

ہرن اور ہرنیوں کے کھیل کا پکڑنا اور نئے سرے سے کنور اودے بھان کا روپ پکڑنا

ایک رات راجہ اندر اور گسائیں مہندر گر نکھری ہوئی چاندنی میں بیٹھے ہوئے راگ سن رہے تھے۔ کڑوں ہرن آس پاس آن کے راگ کے دھیان میں چوکڑی بھول سر جھکائے کھڑے تھے۔ اس میں راجہ اندر نے کہا:

''ان سب ہرنوں پر پڑھ کے میرے سکت، گرو کے بھگت، پھوڑی منتری، ایسری باچا ایک ایک چھینٹا پانی کا دو۔''

کیا جانے وہ پانی کیا تھا۔ پانی کے چھینٹے کے ساتھ ہی کنور اودھے بھان اور ان کے ماں باپ تینوں جنے ہرنوں کا روپ چھوڑ کر جیسے تھے ویسے ہو جاتے ہیں۔ مہندر گر اور راجہ اندر ان تینوں کو گلے لگاتے ہیں اور پاس اپنے بڑی آؤ بھگت سے بٹھاتے ہیں اور وہی پانی کا گھڑا اپنے لوگوں کو دے کر وہاں پہنچوا دیتے ہیں جہاں سر منڈاتے ہی اولے پڑتے ہیں۔ راجہ اندر کے لوگ جو پانی کے چھینٹے وہ ہی ایسری باچا پڑھ کے دیتے ہیں، جو جو مرمٹے تھے، سب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور جو جو ادھ موئے ہو کے بھاگ بچے تھے، سب سمٹ آتے ہیں۔

راجہ اندر اور مہندر گر، کنور اودے بھان اور راجہ سورج بھان اور رانی لچھمن باس کو لے کر ایک اڑن کھٹولے پر بیٹھ کر بڑی دھوم دھام سے ان کے اپنے راج پر بیٹھا کر بیاہ کے ٹھاٹھ کرتے ہیں۔ پنسیریوں ہیرے موتی ان سب پر نچھاور ہوتے ہیں۔ راجہ سورج بھان اور اودے بھان اور اودن کی ماں رانی لچھمی باس جیت چاہی آس پر پھولوں اپنے آپ میں نہیں سماتے اور سارے اپنے راج کو یہی کہتے جاتے ہیں:

''جو نرے بھنورے کے منہ کھول دو اور جس جس کو جو جو اکت سو سمجھے، بول دو۔ آج کے دن سے اور کونسا دن ہوگا۔ ہماری آنکھوں کی پتلیوں کا جس سے چین ہے، اوس لاڈلے اکلوتے کا بیاہ اور ہم تینوں کا ہرنوں کے روپ سے نکل کر پھر راج بیٹھنا۔ پہلے یہ چاہیے جن جن کی بیٹیاں ہیں، بن بیاہیاں، کنواریاں بالیاں ہوں، ان سب کو اتنا کر

دو جو اپنی جس جس سے چاؤ چوچ سے چاہیں اپنی اپنی گڑیاں سنوار کے اٹھا دیں اور جب تلک جیتی رہیں، ہمارے یہاں سے کھایا پیا پکایا ریندھا کریں اور سب راج بھر کی بیٹیاں سدا سہاگنیں بنی رہیں اور سوہے رائے چھٹ کبھی کوئی کچھ نہ پہنا کریں اور سونے روپے کے کواڑ گنگا جمنی سب گھروں میں لگ جائیں۔ سب کوٹھوں کے ماتھوں پر کیسر اور چندن کے ٹیکے لگے ہوں اور جتنے پہاڑ ہمارے دیس میں ہوں، اتنے اتنے ہی روپے سونے کے پہاڑ آمنے سامنے کھڑے ہو جائیں اور سب ڈانگوں کی جوئیاں موتیوں کی مانگ سے بن مانگے بھر جائیں اور پھولوں کے گہنے اور بند نواڑوں سے سب جھاڑ پہاڑ لدے پھندے رہیں اور اس راج سے لگا اس راج تک اُدھر میں چھت سی باندھ دو۔ چپا چپا کہیں نہ رہے۔ جہاں بھیڑ بھڑ کا، دھوم دھڑ کا نہ ہو، چاہیے پھول اتنے بہت سارے کھنڈ جائیں۔ جو ندیاں جیسی سچ مچ پھول کی بہتیاں ہیں، یہ سمجھا جائے اور یہ ڈول کر دو جدھر سے دولہ کو بیاہنے چڑھیں سب لاڑلی اور ہیرے اور پکھراج کے اِدھر اُدھر کنول کی ٹٹیاں بن جائیں اور کیاریاں سی ہو جائیں جن کے بیچوں بیچ سے ہو نکلیں اور کوئی ڈانگ اور پہاڑ تلی کا اتار چڑھاؤ ایسا دکھائی نہ دے، جس کی گود پکھروٹوں اور پھلوں سے بھری بھتولی نہ ہو۔

راجہ اندر کا ٹھاٹھ کرنا اودے بھان کے بیاہنے کے لیے

راجہ اندر نے کہہ دیا:

''وہ رنڈیاں، چلبلیاں جو اپنی مدھ میں اُڑ چلیاں ہیں، اون سے کہہ دو سولہ سنگار، بال بال گج موتی پرو دو، اپنے اپنے اچرج اور اچنبھے کے اڑن کھٹولوں کے اس راج سے اُس راج تک ادھر میں چھت سی باندھ دو۔ پر کچھ ایسے روپ سے اڑ چلو جو اوڑن کھٹولوں کی کیاریاں اور پھلواریاں سی سیکڑوں کوس تک ہو جائیں اور اوپر ہی اوپر مردنگ، بین، جلترنگ، منہہ چنگ، گھونگرو، تبلے، گٹ تال اور سیکڑوں اس ڈھب کے انوکھے باجے بجتے آئیں اور اون کیاریوں کے بیچ میں ہیرے، پکھراج، ان بندھے موتیوں کے جھاڑ اور لال ٹینوں کی بھیڑ بھاڑ کی جھم جھماہٹ دکھائی دے اور انہیں لال ٹینوں میں سے ہتھ پھول، پھلجھڑی، جاہی، جوہیاں، کدم، گیندا، چنبیلی اس ڈھب سے چھٹے کہ دیکھتوں کی چھاتیوں کے کواڑ کھل جائیں اور پٹاخے جو اچھل اچھل کے پھوٹیں، اون میں سے ہنستے سپارے اور بولتے پکھرو نے ڈھل ڈھل پڑیں۔ اور جب تم سب کو ہنسی آوے تو چاہیے، اس ہنسی کے ساتھ موتی کی لڑیاں جھڑیں جو سب کے سب اون کو چن چن کے رج کے راجے ہو جاویں۔ ڈومنیوں کے روپ میں سارنگیاں چھیڑ چھیڑ سوہیلے گاؤ، دونوں ہاتھ ہلاؤ، انگلیاں نچاؤ۔ جو کسی نے نہ سنے ہوں، وہ تاؤ بھاؤ، راؤ چاؤ، دکھاؤ، ٹھڈیاں کپکپاؤ اور ناک بھویں تان تان بھاؤ بتاؤ۔ کوئی پھوٹ کر رہ نہ جاؤ، ایسا جماؤ جو لاکھوں برس میں ہوتا ہے۔

جو جو راجہ اندر نے اپنے منہ سے نکالا تھا، آنکھ کی جھپک کے ساتھ وہیں ہونے لگا اور جو کچھ اون دونوں

مہاراجوں نے ادھر اُدھر کہہ دیا تھا، سب کچھ اسی روپ سے ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔ جس بیاہنے کی یہ کچھ پھیلاوٹ اور جماوٹ اور چاوٹ اوپر تلے اس جمگھٹ ساتھ ہوگی، اوس کا اور کچھ پھیلاؤ کیا کچھ ہوگا، یہ دھیان کرلو۔

ٹھاٹھ گسائیں مہندر گر کا

جب کنوراودے بھان اس روپ سے بیاہنے چڑھے اور وہ باہمن جو اندھیری کوٹھری میں موندا ہوا تھا، اوس کو بھی ساتھ لے لیا اور بہت سے ہاتھ جوڑے اور کہا:

"باہمن دیوتا! تمہارے ہمارے کہنے سننے پر نہ جاؤ۔ تمہاری جو ریت ہوتی چلی آئی ہے، بتاتے چلو۔"

ایک اوڑن کھٹولا پر وہ بھی ریت بتانے کو ساتھ ہوا۔ راجہ اندر اور گسائیں مہندر گر ایراپت ہاتھی پر جھومتے جھامتے، دیکھتے بھالتے سارا اکھاڑا لیے چلے جاتے تھے۔ راجہ سورج بھان دولہ کے گھوڑے کے ساتھ مالا جپتا ہوا پیدل تھا۔ اتنے میں ایک سناٹا ہوا۔ سب گھبرا گئے۔ اس سناٹے سے وہ جو جوگی کے نوے لاکھ اتیت بنے، سب کے سب جوگی بنے ہوئے موتیوں کی لڑیوں کی بیلی گلوں میں ڈالے، گاتیاں اسی ڈھب کی باندھے، مرگ چھالوں اور بگھمبروں پر انہوں کے جیوں میں جتنی امنگیں چھا رہی تھیں، وہ چوگنی چگنی ہوگئیں۔ سکھ پال اور چنڈولوں پر اور رتھوں پر جتنی رانیاں مہارانی لچھمن باس کے پیچھے چلی آتیاں تھیں، سب کو گدگدیاں سی ہونے لگیں۔ اس میں کہیں بھرتری کا سانگ آیا، کہیں جوگی جے پال آ کھڑے ہوئے، کہیں مہادیو جی اور پاربتی جی دکھائی پڑے، کہیں گورکھ جاگے، کہیں مچھندر ناتھ بھاگے۔ کہیں مچھ، کچھ باراہ، سنمکھ ہوئے۔ کہیں پرسرام، کہیں باون روپ، کہیں ہرناکس اور نرسنگھ، کہیں رام لچھمن اور سیتا سامنے آئے، کہیں راون اور لنکا کا بکھیڑا سارے کا سارا دکھائی دینے لگا۔ کہیں کنہیا جی کا جنم اشٹمی ہونا اور باس دیو کا گوکل لے جانا اور اون کا اس روپ سے بڑھ چلنا اور گائیں چرانی اور مورلی بجانی اور گوپیوں رانی سے دھومیں مچانی اور کبجا کا بس کر لینا اور وہی کربل کی کنجیں۔

ہنسی پٹ چیر گھاٹ

بندرابن، سیوا کنج برسانے سیں رہنا اور اوس کنہیا سے جو جو کچھ ہوا تھا، سب کا سب جیوں کا تیوں، آنکھوں میں آنا اور جانا اور سولہ سو گوپیوں کا تلملانا سامنے آ گیا۔ ان گوپیوں میں سے اُدھو کا ہاتھ پکڑ کر ایک گوپن کے اس کہنے نے سب کو رولا دیا۔ جو اس ڈھب سے بول کے روندھے ہوئے جی کو کھولتی تھی۔

کبت

جب جھاڑ کریل کی کنجن کاں ہر دوار کا جیوں ما جائے بسے
مگدہوت کے دھام بنائے گہنے، مہرا جن کے مہراج بھئے
تج مور مکٹ اور کامریا کچھو، اور ہی ناتے جور لئے
دھرے روپ نئے اور گیاں چرائیو بھول گئے

اچھابنا گھاٹوں کا

جتنے گھاٹ دونو راج کی ندیوں میں تھے، پکے چاندی کے تھکّے سے ہو کر لوگوں کو ہکا بکا کر رہے تھے۔ نواڑے، بھولیئے، بجرے، لچکے، مورپنکھی، سونا مکھی، سیام سندر، رام سندر اور جتنی ڈھب کے ناویں تھیں، سنہرے روپ سے بجی سجائی، کسی کسائی، سوسو لچکیں کھاتیاں، آتیاں، جاتیاں، لہراتیاں، پڑی پھرتیاں تھیں۔ اون سب پر یہی گویے، کنچنیاں، رام جنیاں ڈومنیاں کھچا کھچ بھری اپنے اپنے کرتب میں ناچتی، گاتی، بجاتی، کودتی، پھاندتی، دھومیں مچاتیاں، انگڑائیاں جمہائیاں انگلیاں نچاتیاں اودھلی پڑتیاں تھیں اور کوئی ناؤ ایسی نہ تھی جو سونے روپے کے پتروں سے منڈھی ہوئی اور اساوری سے ڈھپی ہوئی نہ ہو اور بہت سی ناؤ پر ہنڈولے بھی اسی ڈھب کے، اون پر گائنیں بیٹھی جھولتی ہوئیں، سوہلے، کدارا اور باگیسری کانھڑے میں گا رہیں تھیں۔ دَل بادل ایسے نواڑوں کی سب جھیلوں میں بھی چھا رہے تھے۔

آ پہنچنا کنور اودے بھان کا بیاہ کے ٹھاٹھ کے ساتھ دلہن کی ڈیوڑھی پر

اس دھوم دھام کے ساتھ کنور اودے بھان سہرا باندھے جب دلہن کے گھر تلک آن پہنچا اور جو ریتیں ان کے گھرانے میں ہوتی چلی آتیاں تھیں، ہونے لگیاں۔ مدن بان رانی کیتکی سے ٹھٹھولے کر کے بولی:

''اب سکھ سمیٹیے، بھر بھر جھولی۔ سر نہوڑائے کیا بیٹھی ہو۔ آؤ نہ ٹک ہم تم مل کے جھروکوں سے انہیں جھانکیں۔''

رانی کیتکی نے کہا:

''نہ ری! ایسی نلجی باتیں ہم سے نہ کر۔ ایسی ہمیں کیا پڑی جو اس گھڑی ایسی کڑی جھیل کر ریل پیل کر، اوبٹن اور تیل پھلیل بھرے ہوئے اون کے جھانکنے کو جا کھڑی ہوں۔''

مدن بان اس رُکھائی کو اوڑن گھائی کی انٹیوں میں کر بولی:

دوہے اپنی بولی کے

دوہا

یوں تو دیکھو وا چھڑے جی وا چھڑے جی وا چھڑے
ہم سے اب آنے لگی ہیں آپ یوں مہرے کڑے
چھان مارے بن کے بن تھے، آپ نے جن کے لیے
وہ ہرن جو بن کے مدھ میں ہیں بنے دولہ کھڑے
تم نہ جاؤ دیکھنے کو جو انہیں کچھ بات ہے
جھانکنے اس دھیان میں ہیں، اون کے سب چھوٹے بڑے
یہی کہاوت ''جی کو بھاوے یوں ہی پر منڈیا ہلائے''
لے چلیں گے آپ کو، ہم ہیں اسی دھن پر اڑے
سانس ٹھنڈی بھر کے رانی کیتکی بولی ''کہ سچ
سب تو اچھا، کچھ ہوا، پر اب بکھیڑے میں پڑے''

واری پھیری ہونا مدن بان کا رانی کیتکی پر اور اوس کی باس کا سونگھنا اور اسندے پن سے اونگھنا

اوس گھڑی کچھ مدن بان کو رانی کیتکی کے مانجے کا جوڑا اور بھویں اور انکھڑیوں کا لجیانا اور بھکرا بھکرا جانا بھلا لگ گیا تو رانی کیتکی باس سونگھنے لگی اور اپنی آنکھوں کو ایسا کر لیا جیسے کوئی کوئی اونگھنے لگتی ہے۔ سر سے لگا پانوں تک واری پھیری ہو کے تلوے سہلانے لگی۔ رانی کیتکی جھٹ سے دھیمی سی ہنس کے لچکا ساتھ لے اٹھی۔ مدن بان بولی:

''میرے ہاتھ کے نہو کے سے وہ ہی پانوں کا چھالا دُکھ گیا ہوگا۔ جو ہرنوں کے ڈھونڈھا ڈھونڈھ میں پڑ گیا تھا۔''

ایسی دکھتی چٹکی کی چوٹ سے مسوس کر رانی کیتکی نے کہا:

''کانٹا اڑا تو اڑا اور چھالا پڑا تو پڑا، پر نگوڑی تو کیوں میرا پنچھالا ہوئی۔''

سراہنا رانی کیتکی کے جوبن کا

رانی کیتکی کا بھلا لگنا، لکھنے پڑھنے سے باہر ہے۔ وہ دونو بھوؤں کی کھچاوٹ اور پتلیوں میں لاج کی سماوٹ

اور نکیلی پلکوں کی روندا ہٹ اور ہنسی کی لگاوٹ، دنتڑیوں میں مسیوں کی اوداہٹ اور اتنی سی رکاوٹ سے ناک اور تیوری چڑھالینا اور سہیلیوں کا گالیاں دینا اور چل نکلنا اور پرنیوں کے روپ سے کرچھالیں مار پرے اوچھلنا کچھ کہنے میں نہیں آتا۔

سراہنا کنور جی کے جوبن کا

کنور اودے بھان کے اچھے پن میں کچھ چل نکلنا، کسی سے ہون سکے ہوئے رہے۔ اون کے اوبھار کے دنوں کا سہانا پن اور چال ڈھال کا اچھن بچھن، اٹھتی ہوئی کونپل کے پھبن اور مکھڑے کا گدرایا ہوا جوبن، جیسے بڑے تڑکے ہرے بھرے پہاڑوں کی گود سے سورج کی کرن نکل آتی ہے۔ یہی روپ تھا۔ ان کی بھیکتی مسوں سے رس کا ٹپکا پڑنا اور اپنی پرچھائیں دیکھ کر اکڑنا، جہان تہاں چھانہ تھی، اوس کا ڈول ٹھیک ٹھاک، اون کے پانوں تلے جیسے دھوپ تھا۔

دولہ اودے بھان کا سنگاسن پر بیٹھنا

دولہ اودے بھان سنگاسن پر بیٹھا اور ایدھر اودھر راجہ اندر اور جوگی مہندر گر جم گئے۔ دولہ کا باپ اپنے بیٹے کے پیچھے مالا لیے کچھ کچھ گنگنانے لگا اور ناچ لگا ہونے اور اُدھر میں جو اوڑن کھٹولے اندر کے اکھاڑے کے تھے، سب کے سب اس روپ سے چہت باندھے تھرکا کیئے۔ مہارانیاں دونو سمدھنیں آپس میں ملیاں جلیاں اور دیکھنے داکھنے کو کوٹھوں پر چندن کے کواڑوں کے اڑتلوں میں آبیٹھیاں۔ سانگ، سنگیت، بھنڈ تال، رہس ہونے لگا۔ جتنے راگ اور راگنیاں تھیں ایمن کلیان، جھنجوٹی، کانڑا، کھماچ، سوہنی، پرج، بہاگ، سوہرٹ، کالنگڑا، بھیروی، کھٹ للت، بھیروں، روپ پکڑے ہوئے سچ مچ کے جیسے گانے والے ہوتے ہیں، اپنے اپنے سمیں لگے اور گانے لگیاں۔ اوس ناچ کا جو بھاؤ تاؤ رچاوٹ کے ساتھ ہوا، کس کا منہ جو کہہ سکے۔ جتنے کے سکھ چین گھر تھے، مادھو بلاس، رس دھام، کشن نواس، مچھی بھون، چندر بھون، سب کے سب لپے سے لپٹے اور سچے موتیوں کی جھالریں اپنی اپنی گانٹھ سمیٹے ہوئے ایک پھبن کے ساتھ متوالوں کے روپ سے جھوم جھوم بیٹھنے والوں کے منہ چوم رہے تھے۔

بیچوں بیچ اون سب گھروں کے ایک آرسی دھام بنایا تھا، جس کی چھت اور کواڑ، اور آنگن میں آرسی چھٹ کہیں لکڑی اینٹ کے پُٹ ایک انگلی کے پورے بھر نہ تھی۔ چاندنی کا جوڑا پہنے ہوئے چودھویں رات جب گھڑی چھ ایک رہ گئی، تب رانی کیتکی سی دلہن کو اوس آرسی بھون میں بیٹھا کر دولہ کو بلا بھیجا۔

کنور اودھے بھان کنہیا بنا ہوا سر پر مکٹ دھرے سہرا باندھے، اسی تڑاوے اور جمگھٹ کے ساتھ چاند سا

کھڑا لیے ہوئے جا پہنچا۔ جس جس ڈھب سے بامہن اور پنڈت کہتے گئے اور جو جو مہاراجوں میں ریتیں چلی آتیاں تھیں، اسی ڈول سے، اسی روپ سے بھونری گنٹھ جوڑا سب کچھ ہولیا۔

دوہے اپنی بولی کے

اب اودے بھان اور رانی کیتکی دونوں ملے
آس کے جو پھول کملائے ہوئے تھے، پھر کھلے
چین ہوتا ہی نہ تھا، جس ایک کو اوس ایک بن
رہنے سہنے سو لگے، آپس میں اپنے رات دن
اے کھلاڑی! یہ بہت تھا کچھ نہیں تھوڑا ہوا
آن کر آپس میں جو دونوں کا گٹھ جوڑا ہوا
چاہ کے ڈوبے ہوئے، ارے میرے داتا، سب ترین
دن پھرے جیسے انہوں کے ایسے اپنے دن پھریں

وہ اوڑن کھٹولے والیاں جو اَدھر میں چھت باندھے ہوئے تھرک رہی تھیں، بھر بھر جھولیاں اور مٹھیاں ہیرے اور موتیوں سے نچھاور کرنے کے لیے اوتر آئیاں۔ اوڑن کھٹولے جوں کے توں اَدھر میں چھت باندھے ہوئے کھڑے رہے۔ دولہ دلہن پر سے ساتھ ساتھ ہیرے واری پھیری ہوتے ہیں۔ بس بس گیان اور اون سبھوں کو ہچکی سی لگ گئی۔

راجہ اندر نے دلہن کی منہ دکھائی میں ایک ہیرے کا اکڈال چھپر کھٹ اور ایک پیڑھی پکھراج کی دی اور ایک پارجات کا پودھا جس سے جو پھل مانگیے، سو ہی ملے، دلہن کے سامنے لگا دیا اور ایک کام دھین گائے کی پٹھیا بھی اوس کے نیچے باندھ دی اور اکیس لونڈیاں انہیں اوڑن کھٹولے والیوں سے چن کے اچھی سے اچھی ستھری گاتی بجاتیاں، سیتی پروتیاں، سگھڑ سے سگھڑ سونپیں اور انہیں کہہ دیا:

''رانی کیتکی چھٹ اون کے دولہ سے کچھ بات چیت نہ رکھیو۔ تمہارے کان پہلی سے مروڑے دیتا ہوں۔ نہیں تو سب کی سب پتھر کی مورتیں بن جاؤ گی اور اپنا کیا پاؤ گی۔''

اور گسائیں مہندر گر و جی نے باون تولے پاؤ رتی جو سنتے ہیں، اوس کے اکیس مٹکے آگے رکھ کے کہا:

''یہ بھی ایک کھیل ہے جب چاہیے تو بہت سا تانبا گلا کے ایک اتنی سی چٹکی چھوڑ دیجے گا۔ کنچن ہو جائے گا۔''

اور جوگی نے یہ سبھوں سے کہہ دیا:

''جو لوگ اون کے بیاہ میں جاگے ہیں اون کے گھروں میں چالیس دن چالیس رات سونے کی ٹڈیوں کے روپ میں ہُن برسیں اور جب تک جئیں کسی بات کو پھر نہ ترسیں۔''

نولاکھ ننادے گائیں سونے روپے کی سنگوٹیوں کی، جڑاؤ گہنا پہنے ہوئے، گھنگرو جھنجھناتیاں بامھنوں کے دان ہوئیں اور سات برس کا پیسا سارے راج اک چھوڑ دیا۔ بائیس سے ہاتھی اور چھتیس سے اونٹ لدے ہوئے روپوں کے لٹا دیے۔ کوئی اوس بھیڑ بھاڑ میں دونو راج کا رہنے والا ایسا نہ رہا جس کو گھوڑا جوڑا، روپوں کا توڑا، سونے کے جڑاؤ کڑوں کی جوڑی نہ ملی ہو۔

اور مدن بان چھٹ دولہ دلہن پاس کسی کا ہواؤ نہ تھا جو بن بلائے چلی جائے، بن بلائے دوڑی آئے تو وہی آئے اور ہنسائے تو وہ ہی ہنسائے۔

رانی کیتکی کے چھیڑنے کو اون کے کنور اودے بھان کو ''کنور کنور راجی'' کہہ کے پکارتی تھی اور اسی بات کو سو سو روپ سے سنوارتی تھی۔

دوہے اپنی بولی کے

گھر بسا جس رات انہوں کا، تب مدن بان اوس گھڑی
کہہ گئی دولہ دلہن کو ایسی سو باتیں کڑی
باس پا کر کیوڑے کی کیتکی کا جی کھلا
سچ ہے ان دونوں جنوں کو اب کسی کی کیا پڑی

دلہن نے اپنے گھونگھٹ سے کہا:

جی میں آتا ہے تیرے ہونٹوں کو مل ڈالوں ابھی
بل بے اے رنڈی، تیرے دانتوں کی مسّی کی دھڑی

❖ ❖ ❖

فرہنگ

مرتبہ

محمد اکرام چغتائی

آ

آ پھنسے جی آ پھنسے۔ مجبوراً اور جبراً کسی کو خوش کرنے کے لیے اس کی تعریف کرنے کے موقع پر کہتے ہیں۔

آٹھ پہر/آٹھوں پہر/آٹھوں پہر تیسوں گھڑی۔ ہر وقت، ہر لحظہ، رات دن۔

آدھ شکتی۔ برہما، موسیقی کی دیوی یا دیوتا۔

آدیس/آدیش۔ تعظیم، سلام، آداب (جوگیوں اور فقیروں کا)

آدھ۔ آواز۔ سُر۔

آدھمکنا۔ آجانا۔

آرسی بھون/آرسی دھام۔ شیش محل، آئینہ خانہ۔

آگے سے۔ پہلے سے، ابتدا سے۔

آنسو کی اوسیں چھانا۔ (کنایہ) آنسو کے قطرے پلکوں میں بھر جانا۔

آنسو پونچھنا/آنسو پچھنا۔ تسلی دینا یا ہونا، دلاسا دینا، ڈھارس بندھنا۔

آنکھ بھر کر دیکھنا۔ بری نظر سے دیکھنا، ٹیڑھی نظر سے دیکھنا، گھور کر دیکھنا۔

آنکھ لڑ جانا۔ عشق ہو جانا، فریفتہ ہو جانا۔

آنکھ مچَول/آنکھ مچولا/آنکھ مچولی۔ بچوں کے ایک کھیل کا نام، فارسی میں "سر ماک و چشم بندک" کہا جاتا ہے۔

آنکھوں سے اوجھل ہونا۔ غائب ہونا، چھپ جانا۔

آنکھوں سے ملنا۔ عزت دینا، احترام کرنا۔

آنکھوں میں آنا۔ خیال یا دھیان میں آنا۔

آنکھوں میں پھرنا۔ بار بار یاد آنا، خیال لگا رہنا۔

آنکھیں بے ڈول دکھائی دینا۔ نظریں بدلی ہوئی معلوم ہونا۔

آنکھیں پھرانا۔ آنکھیں مٹکانا، آنکھیں نچانا۔

آنکھیں ملا کے دیکھنا۔ آنکھیں سامنے کر کے دیکھنا۔

آنکھیں ملنا۔ فرطِ محبت سے کسی چیز سے آنکھیں مس کرنا۔

آنندیں کرنا۔ موج کرنا، خوشیاں منانا۔

آؤ بھگت۔ عزت، قدر و منزلت، تعظیم۔

آؤ جاؤ۔ شوخی، تیزی، پھرتی، چہل پہل، چلت پھرت کا انداز۔

الف

ابدھوت۔ جوگی، سنیاسی، فقیر، ڈھونگی، فریبی۔

اُبٹن/اُبٹن۔ اوپر کا چھتاؤ، بالائی، استرکاری۔

اُبھار کے دن۔ عہدِ جوانی، اٹھان کے دن۔

اپچھرا۔ اندر سبھا میں ناچنے والی پری، اپسرا۔

اپنا کیا آپ پانا/اپنا کیا پانا۔ اپنے کیے کی سزا بھگتنا، ندامت اٹھانا۔

اپنی سی کرنا۔ حتی المقدور کوشش کرنا۔

اپنی گڑیا(ں) سنوارنا۔ اپنی حیثیت کے مطابق بیٹی کا بیاہ کرنا۔

اپنے آپ میں پھولا نہ سمانا۔ ناز کرنا، فخر کرنا، بہت خوش ہونا۔

اپنے پرائے۔ دوست و دشمن۔

اپنے جی سے باتیں کرنا۔سوچنا،خودکلامی۔

اُتار۔نشیب،ڈھلان۔

اتنی سی۔معمولی،تھوڑی سی،ذراسی۔

اتیت۔سادھو،جوگی،چیلا،جٹادھاری،سنیاسی،شاگرد، وتروش۔

اتیت بنانا۔چیلا بنانا،سادھو بنانا،شاگردی میں لینا، فقیری عطا کرنا۔

اٹھانا۔لڑکی کو بیاہ کر کے رخصت کرنا،وداع کرنا۔

اٹکھیل (اٹھکھیل) پن۔چنچل پن،شوخی،طراری، اچپلاہٹ۔

اٹھ جانا۔چلا جانا،رخصت ہونا۔

اٹھتی ہوئی کونپل۔نوخیز،نوعمر،عنفوانِ شباب۔

اٹھ کھڑا ہونا۔جی اٹھنا،زندہ ہونا۔

اٹھنا۔بھاگنا،بیدار ہونا۔

اجڑا ہوا۔تباہ حال،افسردہ،مغموم۔

اجڑی۔خستہ حال،برباد،رنجیدہ،افسردہ۔

اچپلی۔چنچل،شوخ۔

اچپلاہٹ۔شوخی،طراری،چنچل پن،چلبلاہٹ۔

اچرج۔انوکھا،اچنبھا،حیرت،تعجب۔

اُچکا۔بدمعاش،اٹھائی گیرا۔

اچنبھے کی بات۔حیرت انگیز بات،تعجب خیز بات۔

اچھا۔خیر۔

اچھاپن/اچھاپنا۔خوبصورتی،حسن و خوبی،نیکی،خوش اخلاقی،حسن۔

اچھا کہنا۔ماننا،اقرار کرنا۔

اچھمن بچھمن۔نزاکت،لطافت،حسن و جمال،خوبی۔

اچھی گھڑی۔مبارک گھڑی،نیک ساعت۔

اچھے دن آنا۔نصیب جاگنا۔

اُداہٹ۔اوداپن،مستی کا رنگ۔

اُدھر۔خلا،خالی جگہ،فضا،درمیان،بیچوں بیچ۔

اُدھلی پھرنا۔زمین پر پاؤں نہ رکھنا،جوشِ جوانی میں اِدھر اُدھر پھرنا۔

ادھ موا۔نیم مردہ،نیم جان۔

اُڑو۔اور۔

اُڑتلا۔پناہ گاہ،اوٹ،آڑ۔

اُڑ چلنا۔مغرور ہونا،غرور کرنا،اترانا،حد سے گزر جانا۔

اڑنا۔آمادہ ہونا،قائم رہنا،اٹکنا،پھنسنا،اچھلنا۔

اُڑن کھٹولا۔ہوا پر اڑتے یا پرواز کرنے والا کھٹولا۔

اُڑن گھائی کرنا۔انگلیاں مٹکانا،انگلیوں کو نچا نچا کر یا مٹکا مٹکا کر ہنسی مذاق کا انداز پیدا کرنا۔

اساوری۔ایک راگنی کا نام جس میں گ،دھ اور نی کومل سُر ہوتے ہیں۔

اساوری۔ایک قسم کے عمدہ اور سنہرے ریشمی کپڑے کا نام،جس کے بانے میں زرد،سرخ اور سبز پٹریاں اور تانے میں سنہری تار ہوتے ہیں۔

اُکت۔خواہش،ترکیب،حسرت،طریقہ۔

اُکت سوجھنا۔سمجھ میں آنا،خواہش ہونا۔

اکڈال۔ایک قسم کی پیش قبض یا کٹار جس کا پھل اور دستہ ایک ہی لوہے یا کسی ایک ہی دھات کا ہو،بے جوڑ، یکساں،بغیر جوڑ لگا ہوا،بے میل،خالص،پورا،جڑ

سے چوٹی تک۔

اکڑ تکڑ۔غرور، گھمنڈ، آن بان، بانکپن، جوش، امنگ۔

اکلوتا۔اکیلا، اپنے والدین کا ایک ہی بیٹا، بن بھائی بہن کا۔

اکلوتی۔اکیلی، اپنے والدین کی ایک ہی بیٹی، بن بھائی بہن کی۔

اکھاڑا۔مریدوں کا گروہ، بھیڑ، اجتماع، راجا اندر کے درباری۔

اکٹھا کرنا۔تسلی دینا، دلاسہ دینا۔

اگلا/اگلی/اگلے۔ا۔گذشتہ، پہلا، متقدم۔۲۔بڑھ چڑھ کر، برتر۔۳۔فریق ثانی، بالمقابل۔۴۔پرانا، سابقہ۔

اُلجھی سلجھی۔پیچیدہ، پیچ در پیچ۔

الھڑ۔نادان، کم سن، سادہ مزاج، ناتجربہ کار۔

الھڑپن/الھڑپنا۔سادگی، نادانی، بھول پن، کم سنی، لاابالی پن۔

امری۔آم کا پیڑ۔

امریاں۔آموں کا باغ۔

ان بندھا/ان بیدھا۔بے سوراخ، بن پرویا۔

انٹی۔انگلیوں کا درمیانی فرق، پھینٹا، گھائی، چھپانے یا قابو میں کرنے کی جگہ۔

انٹیوں میں کرنا۔دھوکا دینا، اڑانا، چھپانا۔

اَنجن کرنا۔سرمہ لگانا۔

اِندر۔ہندوؤں کے ایک مشہور دیوتا کا نام۔

اندرآسن۔راجا اندر کا تخت، اندر سبھا۔

اندر کا اکھاڑا۔راجا اندر کی سبھا یا محفل جس میں ارباب نشاط ناچتے گاتے رہتے ہیں۔

اندرلوک۔پرستان، بہشت، اندرستھان۔

اندھیری کوٹھری۔تاریک مکان، (مراد) قید خانہ۔

انکھڑی۔پیاری اور خوبصورت آنکھ۔

انگڑانا۔انگڑائی لینا۔

انگلیاں نچانا۔انگلیوں کی حرکت سے اپنی بات میں وزن پیدا کرنا، ناچتے یا گاتے میں انگلیوں کے اشاروں سے گیت کے الفاظ کا روپ دکھانا۔

انگلی کے پورے بھر۔تھوڑا، ذرا سا، معمولی۔

انگلی میں ڈالنا۔انگلی میں پہننا۔

انگوٹھی پہنانا۔بطور نشانی کسی کے ہاتھ کی انگلی میں اپنی انگوٹھی ڈالنا۔

انگوٹھیاں ہیر پھیر کرنا۔شادی کا پکا وعدہ کرنا۔

انندیں کرنا/آنند کرنا۔مزے اڑانا، عیش کرنا، چین سے بسر کرنا۔

انوپ۔بے مثل، یکتا۔

اُنیندا۔نیند میں بھرا ہوا، خواب آلودہ۔

اوبھار/ابھار۔جوانی، شباب، اٹھان، نمود، جوش۔

اوبھرنا/ابھرنا۔جوش میں آنا، حد سے تجاوز کرنا۔

اوبھنا/ابھنا/اوبنا/ابنا۔اکتانا، گھبرا جانا۔

اوبٹن/ابٹن/ابٹنا۔خوشبودار مسالے سے تیار کردہ تیل اور بیسن کا مرکب، جسے دولہا دلہن کے جسم پر شادی سے پہلے خوشبو اور نرماہٹ کے لیے ملا کرتے ہیں۔

اوتار۔دیوتا۔

اوٹ کرنا۔ پردہ کرنا، آڑ کرنا۔
اوٹھتی ہوئی کونپل/اٹھتی کونپل۔ اٹھتی جوانی، نوجوان، جوانی کا آغاز۔
اوجالا۔ رونق، روشنی، زینت۔
اوجیالی/اوجیالا۔ روشنی، اجالا۔
اُوچک/اُچک۔ اُچکا، ٹھگ، اٹھائی گیرا۔
اوداہٹ/اداہٹ۔ نیلاہٹ، اوداپن۔
اودھلنا/اُدھلنا۔ آپے سے گزرنا، جوش مستی میں آپے سے باہر ہونا۔
اودھو۔ کرشن کے ایک نہایت گہرے دوست کا نام۔
اوڑان گھاٹی/اڑان گھاٹی۔ دھوکا، فریب، دو انگلیوں کے بیچ کی جگہ میں کوڑی یا گولی رکھ کر چھپانے کی حالت۔
اور۔ دیگر، دوسرا۔
اَور۔ مگر، لیکن۔
اور۔ دوسری، دیگر، غیر، دوسرے، پرائے، دیگر چیز۔
اور۔ مزید، زیادہ، اس کے علاوہ، اس کے سوا۔
اور۔ صرف، فقط۔
اور۔ اگر۔
اور۔ اس پر، مزید۔
اور۔ بلکہ۔
اوراور۔ بکثرت، بے شمار، بہت زیادہ، طرح طرح کی۔
اورڈھب سے۔ برے طریقے سے، بری نظر سے، غلط انداز سے۔
اورہی۔ دوسرا، دیگر۔

اوس پڑ جانا۔ شرمندہ ہونا، بجھ جانا، ناامیدی غالب آ جانا۔
اوس چھانا۔ تربتر ہونا، نم ہونا۔
اوکت/اُکت۔ نئی بات، انوکھی بات، تدبیر، حکمت۔
اولجھا سلجھا/اولجھی سلجھی۔ بے ترتیب، پیچیدہ، الٹا سیدھا، مبہم، پیچ در پیچ، گتھی دار۔
اومنگیں چھانا/اُمنگیں چھانا۔ جوش و ولولہ بھرنا، شوق کا غلبہ کرنا۔
اونچا چڑھ جانا۔ بلند مرتبہ ہو جانا۔
اونچے پر چڑھ جانا۔ عروج حاصل کرنا، ترقی کرنا، دولت مند ہو جانا۔
اونگھنا۔ نیند میں جھونکے لینا، خوابآلودہ ہونا، جھپکی لینا۔
اونگلیاں نچانا/انگلیاں نچانا۔ نقل اتارنا، چھیڑنا، چڑانا۔
اونیدا/اُنیدا/انیندا۔ اونگھنا، خمار آلود، نیند کا مارا۔
اونیداپن/اُنیداپن/انینداپن۔ نیم خوابی، غنودگی، خواب آلودگی، نشے کی حالت۔
ایرابت/ایراپت/ایراوت۔ راجا اندر کے سفید ہاتھی کا نام، جس کے چار دانت تھے۔
ایسر۔ دولت، خدا۔
ایسری۔ دولت سے متعلق، خدائی۔
ایسری باچا/ایشوری واچا/ایشورہ باچا۔ خدائی کلام، (مراد) وید وغیرہ کا اشلوک جس کا ورد یا جاپ کیا جاتا ہے، یہ منتر اتشا نے گڑھا ہے۔
ایک آنکھ کی جھپک میں۔ فوراً، ذرا دیر میں، پل بھر میں۔
ایک پکا ہے۔ چھٹا ہوا بدمعاش ہے، بڑا خرانٹ اور

کھاگ ہے۔

ایک سے ایک۔ بہتر سے بہتر، حسین سے حسین تر۔

ایمن کلیان۔ ایک راگنی کا نام، جو ایمن اور کلیان راگ کی آمیزش سے بنتا ہے۔

ب

باپ دادا۔ بزرگ، بڑے بوڑھے، آباؤاجداد۔

بات۔ کام، خواہش، آرزو۔

بات۔ قصہ، کہانی، داستان۔

بات آنا۔ شادی کا سوال پڑنا، رشتے کا سلسلہ چلنا۔

بات پچنا۔ بات کا پوشیدہ رکھا جانا، بات ہضم ہونا۔

بات ٹھہرانا۔ ۱۔ تجویز قرار پانا، کسی امر کا تعین کرنا۔ ۲۔ نسبت کرنا، منگنی کرنا، رشتہ قائم ہونا۔

بات چیت۔ ۱۔ گفتگو، گفت وشنید۔ ۲۔ تعلق، رشتہ، لگاؤ، میل جول۔

بات کی بات میں۔ آناً فاناً، فوراً، جلد، ذرا دیر میں، یونہی، چشم زدن میں۔

بات ماننا۔ بات تسلیم کرنا، راضی ہونا۔

بات منہ پر لانا۔ سامنے کہنا، روبرو ہو کر بات کہنا۔

بات (باتیں) دوہرانا۔ کہی ہوئی بات کو بیان کرنا، (مراد) آپ بیتی کہنا۔

باتیں آنا۔ رشتے آنا، شادی کے پیغام آنا۔

باتیں سلجھانا۔ فیصلہ کرنا، معاملہ نپٹانا، رفع دفع کرنا۔

باتیں کھولنا۔ راز ظاہر کرنا، بھید کھولنا۔

باراہ۔ وشنو کا تیسرا مظہر، جو سور کی شکل میں ظاہر ہوا تھا، سور۔

باس۔ خوشبو، مہک۔

باسدیو۔ یدبنشیوں کے مشہور اور بہادر خاندان کا ایک راجا۔

باسن۔ برتن، بھانڈا۔

باگا۔ دولہا کا جوڑا، پوشاک۔

باگیری۔ ایک راگنی کا نام۔

بال بال گج (گچ) موتی پرونا۔ خوب آراستہ پیراستہ کرنا، مکمل طور سے آراستہ کرنا۔

بال بیکا نہ ہونا۔ صدمہ نہ پہنچنا، نقصان نہ ہونا، صحیح سلامت ہونا۔

بالی۔ چھوٹی، لڑکی، کم سن۔

بامھن (باہمن)۔ پروہت، پنڈت، خاندان کا گرو۔

باون۔ بونا، ٹھگنا، وشنو کا پانچواں اوتار۔

باون تولے پاؤ رتی۔ علم کیمیا کی ایک اصطلاح، عمدہ، جوں کا توں، (مراد) خالص سونا۔

باون روپ۔ وامن روپ، وشنو بھگوان کا پانچواں مظہر۔

باؤ۔ ہوا، پون۔

باؤ بھک۔ غرور، خردماغی۔

باؤ کی گھوڑے کی پیٹھ لاگنا۔ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہونا، بہت تیزی سے روانہ ہونا۔

باؤلی۔ چالاک، تیز، مکار۔

باؤلی چڑیا۔ نادان، سادہ مزاج، ناتجربہ کار، کم عقل، مکار۔

باہر کی بولی۔ غیر ملکی زبان۔

بپت۔ مصیبت، بپتا، دکھ، تکلیف۔

بپتا مارا/ بپت کا مارا۔ مصیبت زدہ، دکھیا، ستم رسیدہ، پریشان، آفت کا مارا۔

بتیس گھڑی۔ رات دن۔

بجرا۔ ایک متوسط درجے کی گول اور خوش نما کشتی جس میں امیر لوگ بیٹھ کر دریا کی سیر کرتے ہیں۔

بچارے ہونا۔ سوچنا، غور کرنا۔

بچاؤ کرنا۔ حفاظت کرنا، بچنا۔

بچھونا کرنا۔ بستر لگانا۔

بدا/ بدی/ بدے۔ طے شدہ، نصیب، قسمت۔

بدی ہونا۔ مقدر میں ہونا، قسمت کا لکھا ہونا۔

براجنا۔ رونق افروز ہونا، تشریف رکھنا، بیٹھنا۔

برج۔ متھرا اور برنداون کے آس پاس کا علاقہ جہاں سری کرشن لیلا کیا کرتے تھے۔

برسانا۔ ضلع متھرا کے ایک گاؤں کا نام جہاں رادھا پیدا ہوئی تھی۔

بروگ۔ ہجر، جدائی، فراق۔

بروگ لینا۔ جدائی سہنا، ہجر و فراق کے دن گزارنا، جوگ لینا، علیحدگی اختیار کرنا۔

بری بھلی سوجھنا۔ نیک و بد کی تمیز ہونا، ہوشیار ہونا۔

بری گت ہونا۔ خراب حالت ہونا، انجام بد ہونا۔

برے دن۔ برا وقت، مصیبت کا زمانہ۔

بڑبڑانا۔ زیر لب کہنا، چپکے چپکے بکنا۔

بڑبولا/ بڑھ بولا۔ شیخی بگھارنے والا، بڑھ چڑھ کر باتیں بنانے والا، شیخی خورا، ڈینگیا۔

بڑی۔ بہت، زیادہ۔

بڑھ جانا/ بڑھ چلنا۔ عروج حاصل کرنا، ترقی کرنا، دیر ہو جانا، جوان ہونا، آگے نکلنا، بے تکلف ہو جانا، زور بیان کا مظاہرہ کرنا، حیرت میں ڈالنا۔

بستر۔ لباس، پوشاک، کپڑے۔

بس کر لینا۔ قابو میں کرنا، اپنے اختیار میں کرنا۔

بس کر لینا۔ فتنہ برپا کرنا، جھگڑا کر لینا۔

بسنا۔ آباد ہونا۔

بکنا۔ بکواس کرنا، بک بک کرنا۔

بکھرا بکھرا جانا/ بکھرا جانا۔ قابو سے باہر ہونا، گرا جانا، لڑکھڑانا۔

بکھرا ہوا۔ منتشر، پراگندہ۔

بکھیڑا۔ جھگڑا، تنازعہ، داستان، قصہ، کھڑاک، تماشا، معاملہ، الجھاؤ۔

بکھیڑے میں پڑنا۔ عذاب میں پھنسنا، پریشانی میں پڑنا۔

بگ چٹ۔ سرپٹ، باگ چھوڑ کر، مطلق العنان۔

بگھمبر/ بگھمبر/ باگھمبر۔ شیر کی کھال۔

بگولا۔ ہوا کا گولا، ہوا کا چکر، گرد باد۔

بل۔ زور، طاقت، قوت۔

بلاس۔ عیش، آرام، خوشی، سوانگ، تماشا۔

بلاولی۔ ایک راگنی کا نام جس میں سب سُر شدھ ہوتے ہیں۔

بل بے۔ آفریں، شاباش، واہ وا، واہ رے۔

بلدیو۔ ایک دیوتا جو باسدیو دیوتا کے نصف اقتدار کا

مالک مانا جاتا ہے۔

بَن۔ جنگل، صحرا، بیابان۔

بِن۔ بغیر، بجز، سوا۔

بَن آنا۔ ممکن ہونا۔

بِن مانگے تانگے۔ بلا طلب، (مراد) جلدی، فوراً۔

بناسپتی۔ نباتات، جڑی بوٹی، سبزی، گھاس پھوس۔

بنانا۔ پیدا کرنا، تخلیق کرنا۔

بنانے والا۔ پیدا کرنے والا، خالق۔

بناؤ۔ آرائش، سجاوٹ، ٹیپ ٹاپ۔

بنایا ہوا۔ پیدا کیا ہوا، مخلوق۔

بنائی ہوئی بات۔ جھوٹی بات۔

بِن بیاہی۔ کنواری، جس کا بیاہ نہ ہوا ہو۔

بندرابن۔ ضلع متھرا کے ایک مشہور شہر کا نام، جہاں سری کرشن نے اپنی لیلاؤں یا کرشموں کا مظاہرہ کیا تھا۔

بندی۔ لونڈی، کنیز، خادمہ۔

بندھ۔ (مراد) غلام، لونڈی۔

بندھن (بندن) وار۔ آم کے پتوں اور مختلف پھلوں اور پھولوں کا ہار جس کو خوشی کے مواقع پر دروازوں پر باندھا جاتا ہے۔

بندھوں۔ لونڈیاں، کنیزیں۔

بنسی بَٹ۔ بندراون میں برگد کا وہ درخت جس کے نیچے سری کرشن بنسی بجایا کرتے تھے۔

بوڑھا گھاگ۔ تجربہ کار بوڑھا، بوڑھا خرانٹ۔

بولنا چالنا۔ بات چیت کرنا، گفتگو کرنا۔

بولنا چکرونا۔ ایک قسم کی آتش بازی، ہوائی، گولوں میں سے نکل کر فضا میں پھٹنے والا پٹاخہ، جو مختلف رنگ اور شکل کا ہوتا ہے۔

بولیاں ٹھولیاں مارنا۔ طعنے دینا، آوازے کسنا، مذاق اڑانا۔

بہاگ (پہاگ)۔ ایک راگ کا نام جو آدھی رات کے بعد گایا جاتا ہے۔

بہلانا پھسلانا۔ سمجھانا، راضی کرنا۔

بیاہنا۔ شادی بیاہ کرنا۔

بیاہنے چڑھنا۔ شادی کرانے کے لیے جانا، بارات لے کر جانا۔

بیتنا۔ درپیش ہونا، گزرنا۔

بیٹا کرنا۔ بیٹا بنانا، کسی کو گود لینا۔

بے ٹھکانا۔ اِدھر اُدھر، فضول، بے ترتیب۔

بیٹھے بیٹھے۔ اچانک، یکا یک۔

بے دھڑک۔ بے خوف، بے تکلف۔

بے ڈول۔ بدنما، بھونڈی، برے حال، بے ڈھنگے پن سے۔

بے سرا۔ بے ترتیب، فضول، لغو۔

بے سری۔ بے موقع، خلاف قاعدہ۔

بیڑا اوٹھانا۔ عہد کرنا، عزم کرنا، ٹھاننا، تہیہ کرنا۔

بے کلی۔ بے چینی، بے قراری۔

بین۔ ستار یا طنبور کی قسم کا ایک باجا، تونبے سے بنا ہوا منہ سے بجایا جانے والا ساز۔

بھاکھا/ بھاشا/ بھاکا۔ زبان، بولی (مراد) سنسکرت زبان۔

بھاکھاپنا۔ سنسکرت آمیزی، سنسکرت پن۔

بھاگ۔ قسمت، نصیب، مقدر۔

بھانا۔ پسند آنا، بھلا لگنا۔

بھانڈ۔ مسخرا، نقال، سوانگ بھرنے والا۔

بھاؤ بھک۔ غرور، گھمنڈ، خودستائی۔

بھاؤ تاؤ۔ کیفیت، حالت، نرت کاری۔

بھاویں۔ توجہ، دھیان، اثر، (مجازاً) پسندیدہ۔

بھبھاس گر۔ وبھاس، ایک راگ کا نام جو صبح کے وقت گایا جاتا ہے۔

بھبھوت/ بھبوت۔ شیو کی مورتی کے سامنے جلنے والی آگ کی راکھ جو جوگی اور سنیاسی اپنے جسم پر ملتے ہیں۔

بھٹکانا۔ سرگرداں پھرنا۔

بھجن۔ پوجا، عبادت، حمدیہ نغمہ جس میں بھگوان یا کسی دیوی دیوتا کی تعریف کی گئی ہو۔

بھرتری۔ ایک مشہور قواعد نویس اور شاعر (بھرت ہری)۔

بھرنا۔ پورا کرنا، مکمل کرنا۔

بھری بھتولی/ بھرا بھتولا۔ لبالب، لبریز، بھری ہوئی، بھرپور، سرسبز و شاداب۔

بھڑک۔ چمک، روشنی، حیرت، وحشت۔

بھگت پھوڑا/ بھگت پھوڑی۔ بھگتی کو ظاہر کرنے والا، زہد واتقا کو ظاہر کرنے والا۔

بھگت پھوڑی منتری۔ عمل کا توصیفی نام، ایک قسم کے جاپ کا تاثیری نام۔

بھکلیا۔ سوانگی، بہروپیا، گویا۔

بھلا۔ ۱۔ کیا مجال، کیا مقدور۔ ۲۔ کلمۂ ایجاب، ہاں، اچھا۔ ۳۔ نیک، شریف۔ ۴۔ ایک کلمہ زائد۔

بھلا لگنا۔ اچھا معلوم ہونا۔

بھلاوا۔ فریب، مغالطہ، بہکاوا۔

بھلاوے میں ڈالنا۔ فریب دینا، جھانسا دینا، دھوکا دینا، بہکائے میں لانا۔

بھنڈ تال۔ بھانڈوں کا ایک مخصوص گیت جو تالیاں بجا بجا کر گایا جاتا ہے۔ ایک قسم کا ناچ جس میں تالیاں پیٹی جاتی ہیں۔

بھوت۔ شیطان، خبیث۔

بھولیا/ پھولیا۔ چھوٹا بجرا، تفریحی کشتی۔

بھون۔ مقام، گھر، محل، دیوی کا استھان۔

بھونرا۔ تہ خانہ (مراد) چھپا ہوا خزانہ۔

بھونری/ بھونرے/ بھونرا۔ چکر، پھیرا، شادی کی رسم جو ہندوؤں میں پھیرے کہلاتی ہے۔

بھیجا ہوا۔ پیغمبر، رسول۔

بھید پانا۔ راز معلوم ہونا، خفیہ بات کا پتہ پانا۔

بھیروں۔ چھ راگوں میں سے ایک راگ۔

بھیروی۔ بھیروں راگ کی پانچ راگنیوں میں سے ایک راگنی کا نام۔

بھیڑ بھاڑ۔ کثرت، بہتات، زیادتی، مجمع، جمگھٹ۔

بھیڑ بھڑکا۔ ہجوم، چہل پہل، ازدہام، فوج، لشکر۔

بھیگتی مسیں۔ سبزہ آغاز ہونے کی کیفیت و حالت۔

بھینا۔ ہلکا، لطیف۔

بھینا بھیناپن۔ لطافت، ہلکاپن، خوشبو کا سوندھاپن۔

بھیے/ بھئی/ بھیا۔ ہوئے، ہوئی، ہوا۔

پ

پاپی۔ گنہگار، (مجازاً) بدمعاش، لفنگا۔

پات۔ برگ، پتا۔

پاٹ۔ دریا کی چوڑائی۔

پاربتی۔ پاروتی، ہمالہ پہاڑ کی دختر کا نام۔ ہندوؤں کی ایک دیوی کا نام۔

پارجات کا پودھا (پودا)۔ ایک مقدس درخت کا نام جو بہشت میں اِندر کے نندن نامی باغ میں ہے۔

پان۔ پان سے مشابہ ایک قسم کی آتش بازی۔

پاؤں پر گر پڑنا۔ قدموں پر سر رکھنا، خوشامد کرنا۔

پاؤں پر گرنا۔ قدم بوسی کرنا، نہایت تعظیم سے پیش آنا، احسان مندی کا اظہار کرنا۔

پاؤں پڑنا۔ خوشامد کرنا۔

پاؤں پوجنا۔ احترام کرنا، پابوسی کرنا، لائق پرستش سمجھنا۔

پاؤں تلے ہونا۔ تابع ہونا، مطیع ہونا۔

پاؤں رکھنا۔ آغاز کرنا، داخل ہونا۔

پتا کھلنا۔ پتہ چلنا، بھید کھلنا۔

پتر۔ ورق، سونے چاندی وغیرہ کی پرت۔

پُتلا۔ مورت، مجسمہ۔

پتھر کی مُورت بن جانا۔ (اساطیری کہانیوں کی ایک سزا) کسی غلطی کی بنا پر جسم کا پتھر بن جانا۔

پتے کھولنا۔ دل کی بات بتانا، بھید کھولنا، منشا ظاہر کرنا۔

پُٹ/ پُٹھ۔ آمیزش، ملاوٹ، میل۔

پٹاخے پھوٹنا۔ آتش بازی چھٹنا۔

پٹک مارنا۔ حوالے کرنا، شادی کرنا، بیاہ کرنا، پھینک دینا۔

پٹکا۔ لمبا چوڑا اپٹا۔

پٹھیا۔ کٹیا، بچھیا۔

پچنا۔ ہضم ہونا، برداشت ہونا، (مراد) رنجیدہ ہونا۔

پدمنی۔ نہایت نازک اندام اور خوبصورت عورت۔

پر۔ لیکن، مگر۔

پرانا دھرانا۔ بڑی عمر کا آدمی، پیر، سِن۔

پڑپڑانا۔ خشک ہو جانا، پپڑی جمانا۔

پرج۔ چھتیس راگنیوں میں سے ایک راگنی کا نام۔

پرس رام/ پرشورام۔ وشنو کا وہ روپ جو اس نے دنیا میں آنے کے لیے اختیار کیا۔

پرلونا/ پرلو۔ ایک قسم کا ناچ، لڈو کی قسم کا ناچ۔

پرے۔ دور، اُدھر، فاصلے پر۔

پڑھا لکھا۔ تعلیم یافتہ، خواندہ۔

پڑھنت کرنا۔ ورد کرنا، منتر پڑھنا، جادو کا وظیفہ کرنا۔

پس جانا۔ دب جانا، کچل جانا، رگڑ جانا۔

پسیجنا۔ ترس کھانا، رحم کرنا، نرم پڑنا۔

پکار دینا۔ اعلان کر دینا، منادی کرنا، اطلاع دینا۔

پکانا ریندھانا۔ کھانا تیار کرنا، کھانا پکانا۔

پکا۔ عیار، گھاگ، چالاک، خرانٹ۔

پکھراج۔ زبرجد، ایک قسم کا خوش رنگ بیش قیمت جواہر۔

پکھروٹا۔ عمدہ قسم کا پان، عمدہ پتا، سونے چاندی کا ورق۔

پنچھالا۔ دُم چھلا۔ پیچھے پڑ جانے والا۔

پنسیری۔ پانچ سیر کا باٹ (یہاں پنسیر یوں بمعنی بہت، لاتعداد، بے شمار)

پوت۔ لڑکا، فرزند۔

پوتھی۔ کتاب، بیاض۔

پورا/پور/پوروا۔ انگلی کی گرہ، دو گانٹھوں کے درمیان کا حصہ، انگلی کا جوڑ۔

پہاڑتلی۔ دامنِ کوہ، پہاڑ کے نیچے کا میدان، وادی، پہاڑ کی تلیٹی۔

پیارا۔ محبوب، حبیب (یعنی محبوب خداؐ)

پیٹ میں بات نہ پچنا۔ بات چھپا نہ سکنا، بغیر کہے نہ رہ سکنا۔

پیٹھ۔ پیچھے، پشت۔

پیٹھ لاگنا/پیٹھ لگنا۔ سوار ہونا، اوپر بیٹھنا، پیٹھ پر چڑھنا۔

پیچھالا۔ پیچھے پڑ جانے والا، ستانے والا، پچھ لگو، ساتھ لگا رہنے والا۔

پیچھے۔ ۱۔ تعاقب میں۔ ۲۔ بعد میں۔ ۳۔ بعد، پیٹھ، پیچھے۔ ۴۔ پُشت۔

پیچھے پڑنا۔ تعاقب کرنا، پیچھا کرنا۔

پیچھے لگ جانا۔ ہر وقت ستانا، قدم قدم پر دق کرنا۔

پیڑھی۔ کرسی نما کھٹولی، چوکور چھوٹی سی کھٹولی۔

پیسا۔ (مجازاً) جزیہ، ٹیکس۔

پینگیں چڑھانا۔ جھولے میں جھونکا دینا، جھولے کا لمبا جھونک لینا۔

پھ

پھانس۔ آزار، عذاب، جنجال، خلش، کھٹکا، اندیشہ۔

پھانس ہونا۔ چبھنا، تکلیف دہ ہونا۔

پھبن۔ سجاوٹ، خوش نمائی، زیبائش، خوبصورتی۔

پھنٹ کر۔ اکیلا، تنہا، پھُنکل۔

پھٹے مونہ (منھ)۔ کلمۂ نفریں، تُف، لعنت، تھو۔

پھر آنا۔ واپس آنا، لوٹنا۔

پھرنا چلنا۔ گھومنا، اِدھر اُدھر جانا۔

پھُرتی سے۔ فوراً، جلد، جلدی سے۔

پھل جھڑی۔ آتش بازی کی قلم جسے چھڑانے سے آگ کے پھول جھڑتے ہیں۔

پھلواری۔ گلزار، چمن زار، چمنستان۔

پھلیل۔ خوشبودار تیل۔

پھنکنا۔ جھلسنا، جلنا، تھوڑا سا جلنا۔

پھننگ/پھلنگ۔ درخت کی چوٹی، درخت کا بالائی حصہ۔

پھوٹنا۔ جدا ہونا، الگ ہو جانا۔

پھوڑنا۔ ظاہر کرنا۔

پھولوں کی چھڑی۔ شاخ گل۔

پھولے نہ سمانا۔ نہایت خوش ہونا۔

پھونک دینا۔ نذرِ آتش کر دینا، جلا ڈالنا۔

پھیر۔ فرق۔

پھیری۔ ایک سو آٹھ پھل وغیرہ کا بطور ثواب صدقہ اتارنا۔

پھیرے واری ہونا۔ صدقہ ہونا، تصدق ہونا۔
پھیلاوا۔ شان وشوکت، ٹھاٹھ، سجاوٹ، آرائش، بکھیڑا، کام دھندے کی بہتات۔
پھیلاوٹ۔ آرائش، سجاوٹ، آن بان، وسعت، اندازہ۔

ت

تاڑنا۔ بھانپنا، سمجھ جانا، جاننا، پہچاننا۔
تاکنا۔ دیکھنا، تاڑنا۔
تاگی۔ سوتی، سوتی ڈور۔
تاؤ بھاؤ۔ تیزی، کر وفر، اکڑ تکڑ، ناز نخرہ، اداکاری۔
تاؤ بھاؤ دکھانا۔ رعب میں لینا، دبدبہ دکھانا، دھاک باندھنا۔
تبلا/طبلہ۔ تال دینے کا ایک رُخا مشہور باجا جس میں لکڑی کے لمبے اور کھوکھلے کونڈ پر گول چمڑا منڈھا رہتا ہے۔
تجنا۔ ترک کردینا، چھوڑ دینا۔
تد۔ تب، اس وقت۔
ترپولیا۔ سہ درا، تین دروازوں والا، بڑا پھاٹک جس میں سے شاہی جلوس گزرے۔
ترنا۔ پار اترنا۔
ترّاوا۔ خوش پوشاکی، رنگیلا پن، خودنمائی۔
تڑکا۔ بہت سویرے، علی الصباح۔
تلپٹ کرنا۔ برباد کرنا، تباہ کرنا، اجاڑ دینا۔
تلملانا۔ بے چین کرنا، بے قرار ہونا، تڑپنا۔
تلوے سہلانا۔ مائل کرنا، رجھانا۔
تمتمانا۔ چہرہ سرخ ہوجانا۔
تَوڑا۔ ۱۔ زنجیر پا، پاؤں اور گلے کا ایک زیور۔ ۲۔ تھیلی، روپوں سے بھری ہوئی تھیلی۔
تیسا۔ اسی طرح، اس کے موافق۔
تیسوں گھڑی۔ ہر وقت، ہر لحظہ، رات دن، چوبیسوں گھنٹے۔
تیل پھلیل۔ خوشبودار تیل۔
تیوری چڑھانا۔ ماتھے پر بل ڈالنا، چیں بہ جبیں ہونا، ترش رُو ہونا۔
تیوری چڑھنا۔ ماتھے پر شکن ہونا، آزردگی اور خفگی کی علامت کا ظاہر ہونا۔

تھ

تھامنا۔ سنبھالنا، انتظام کرنا۔
تھرتھراہٹ۔ دہشت، ڈر، خوف۔
تھرکنا۔ ناچنا، مٹکنا۔
تھَکّا۔ جمی ہوئی چیز، ڈلا، پگھلی ہوئی چاندی۔
تھل بیڑا نہ ملنا۔ کنارے یا سرے کا پتہ نہ چلنا، سراغ نہ لگنا۔
تھلک۔ چمک، روشنی، جھلملاہٹ۔
تھلکا دینا۔ ہلا ڈالنا، لرزا دینا۔
تھمنا۔ سنبھالنا، انتظام ہونا، بندوبست ہونا۔
تھم نہ سکنا۔ قابو میں نہ ہونا، اختیار سے باہر ہونا۔

ٹ

ٹالنا۔ دفع کرنا، دور کرنا۔

ٹانکنا۔ آویزاں کرنا، موتی وغیرہ کو سوئی تاگے سے کسی چیز پر لگانا۔

ٹپکا۔ پیڑ کا پکا آم جو از خود ٹپک پڑتا ہے۔

ٹپک پڑنا۔ آ دھمکنا، آ جانا، آ پہنچنا۔

ٹپکے کا ڈر ہے۔ آفت اور مصیبت آنے کا خوف ہے۔

ٹٹی۔ شادی بیاہ کے موقع پر تختوں پر سجائے ہوئے پھول۔

ٹٹولنا۔ عندیہ لینا، بھید لینا، تلاش کرنا، ڈھونڈنا۔

ٹڈی۔ ایک قسم کا پردار کیڑا۔

ٹک۔ ذرا۔

ٹوڑی/ٹوڈی۔ سمپورن راگ کی ایک راگنی جسے بھیرو راگ کی زوجہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

ٹہوکا/ٹھوکا۔ دھکا، اشارہ، (مجازاً) ضرب یا چوٹ، صدمہ۔

ٹہوکا کھانا۔ اثر لینا، چوکنا ہونا۔

ٹیسو۔ پلاس کا پھول، جس سے زرد رنگ حاصل ہوتا ہے۔

ٹھ

ٹھاٹھ/ٹھاٹ۔ اسباب، دھوم دھڑکا، ہنگامہ، شان و شوکت۔

ٹھاٹھ باندھنا۔ جنگ کی تیاری کرنا، صف آرا ہونا، شان و شوکت ظاہر ہونا۔

ٹھاٹھ کرنا۔ انتظام کرنا، تیاری کرنا، عیش کرنا۔

ٹھاکر۔ رام چندر، دیوتا، بھگوان، (مجازاً) سردار۔

ٹھان لینا۔ پکا ارادہ کر لینا، نیت کر لینا۔

ٹھاننا۔ ارادہ کرنا۔

ٹھٹھولی کرنا۔ مذاق کرنا، چھیڑ کرنا، ہنسی مذاق کرنا۔

ٹھڈی کپکپانا۔ ٹھوڑی ہلانا، (مراد) ناز و انداز دکھانا۔

ٹھس جانا۔ سما جانا، داخل ہو جانا۔

ٹھکانا۔ جگہ، مقام، گھر، قیام گاہ۔

ٹھکانا لگ جانا۔ پتہ لگ جانا، پتہ چل جانا، سراغ مل جانا، کھوج ملنا۔

ٹھکانا نہ لگنا۔ پتہ نہ چلنا، سراغ نہ ملنا۔

ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں۔ خاموشی سے، چپ چاپ، بے چون و چرا۔

ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں چلے جانا۔ دفع ہو جانا، خوشی خوشی چل دینا، جان بچا کر روانہ ہو جانا۔

ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھرنا۔ آہِ سرد بھرنا۔

ٹھنڈی سانس۔ آہِ سرد، فریاد۔

ٹھنڈی سانس بھرنا۔ آہِ سرد بھرنا، افسوس کرنا، اف کرنا۔

ٹھنڈی سانسیں بھرنا۔ اوپر کا سانس کھینچنا، ہائے کرنا۔

ٹھور۔ جگہ، ٹھکانا، مقام۔

ٹھور رہنا۔ ٹھکانے لگ جانا، (کنایۃً) نہ بچنا، برباد ہو جانا۔

ج

جات۔ پھل، ثمر۔

جان بوجھ کر۔ عمداً، قصداً، دیدہ ودانستہ۔

جان لینا۔ واقف ہو جانا، سمجھ جانا۔

جاہی۔ ایک قسم کی آتش بازی جس کے چھڑانے پر آگ کے چھوٹے چھوٹے خوشنما پھول جھڑتے ہیں۔

جپنا۔ ورد کرنا، نام لینا، یاد کرنا۔

جتانا۔ اظہار کرنا، آگاہ کرنا، خبردار کرنا، متنبہ کرنا، چتانا۔

جٹا۔ گندھے ہوئے لمبے بال۔

جَوَنتی/ جاجونتی/ جے جے ونتی۔ ایک راگنی کا نام۔

جد/ جدوں۔ جب۔

جڑاؤ۔ مرصع، جواہرات اور نگینوں سے جڑا ہوا۔

جدھر کو مونہ (منہ) پڑے گا۔ جس طرف خدا لے جائے گا، جس طرف کا رخ ہو جائے گا۔

جل بھن کے۔ پیچ وتاب کھا کے، غضب ناک ہو کر، رنجیدہ خاطر ہو کر۔

جل ترنگ۔ ایک قسم کا ساز جس میں پانی بھری پیالیوں کو چوب سے بجاتے ہیں۔

جماوٹ۔ سجاوٹ، آرائش، زیبائش، ٹھہراؤ، پائداری۔

جماؤ۔ ہجوم، انبوہ، ازدحام، اجتماع، بھیڑ۔

جماہتا۔ جماہی لیتا ہوا۔

جم جانا۔ بیٹھ جانا، ڈٹ کر بیٹھنا، اطمینان سے بیٹھنا۔

جمانا۔ جماہی لینا۔

جمگھٹ۔ ہجوم، انبوہ، مجمع۔

جن۔ آدمی، شخص، بشر۔

جنم اشٹمی/ جنم اشٹمیں۔ بھادوں کے مہینے کے اندھیرے پاکھ (ناقص النور) کی آٹھویں تاریخ جب شری کرشن چندر نے آدھی رات کے وقت جنم لیا تھا، جلوس یا میلہ۔

جنا/ جنی۔ جو جنا گیا ہو، پیدا شدہ، (مراد) مرد، عورت۔

جوبن۔ حسن، چڑھتی جوانی، شباب۔

جوت۔ چمک، دمک، رونق، روشنی۔

جوتی۔ ایک راگنی کا نام (مجازاً)۔

جوتی سروپ۔ نورانی چہرہ۔

جُوڑا۔ پوشاک، لباس۔

جوڑا۔ ساتھی، رفیق، شوہر، نر و مادہ، جُفت۔

جوڑا ملانا۔ ساتھی بنانا، نر و مادہ کا میل کرنا یا کرانا۔

جوڑ توڑ۔ ترکیب، تدبیر، برابری، ہم پلہ۔

جوڑ توڑ ٹٹولنا۔ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے پیشتر زوج یا زوجہ سے متعلق معلومات حاصل کرنا۔

جوڑی۔ ایک طرح کی دو چیزیں۔

جوگ سادھنا۔ جوگی بننا، ترک دنیا کرنا، فقیری لے لینا۔

جونرا۔ کھیا، کٹھلا، (مراد) مال خانہ، خزانہ۔

جونرے بھونرے۔ خزانے، شاہی خزانے، مال خانے۔

جوں کا توں۔ اسی طرح کا، ویسا ہی، بالکل ویسا۔

جوہی۔ ایک قسم کی آتش بازی، جس کے چھوٹنے پر چھوٹے چھوٹے پھول سے جھڑتے دکھائی دیتے ہیں۔

جہاں تہاں۔ اِدھر اُدھر، بے ٹھکانے۔

جی۔ ۱۔ زندگی۔ ۲۔ اجی، جی ہاں، بہت خوب (طنزاً)۔ ۳۔ طبیعت، دل۔ ۴۔ جان۔

جی آنا۔ دل آ جانا، عاشق ہو جانا، دل کا مائل ہونا۔

(جی) اکٹھا کرنا۔ (دل کو) تسلی دینا۔

جی اوبھنا/ جی بھرنا۔ دل گھبرانا، دل پریشان ہونا۔

جی پر آنا۔ دل میں خیال پیدا ہونا، ذہن میں آنا۔

جی ترسنا۔ خواہش مند ہونا محتاج ہونا۔

جی ٹھہرنا۔ اطمینان ہونا، ڈھارس ہونا، دل کو سکون ہونا۔

جیتے اور مرتے۔ زندگی میں نیز مرنے کے بعد، ہمیشہ، سدا۔

جیتے جی۔ زندگی میں، زندگی بھر، تا حیات، عمر بھر۔

جی جانا۔ مرجانا، جان جانا۔

جی چاہنا۔ دل چاہنا، خواہش ہونا۔

جی چلا۔ بہادر، دلیر، منچلا۔

جی دان دینا۔ زندگی عطا کرنا، جان ڈالنا۔

جی رہ جانا۔ دل کو تسلی دینا، دل خوش ہونا۔

جیسا منہ ویسی تھپیڑ/ ویسا تھپڑ (تھپیڑا)۔ جو شخص جس لائق ہوتا ہے اس سے ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے۔

جی کانپنا۔ خوف معلوم ہونا، چہرے سے خوف یا اندیشے کے آثار نمایاں ہونا۔

جی کا گاہک۔ جان کا دشمن، جانی دشمن، جان کا بیری۔

جی کا گاہک ہونا۔ جان کا دشمن ہونا، مخالف ہونا۔

جی کو بھاوے پر منڈیا ہلائے۔ دل تو چاہتا ہے مگر بظاہر انکار ہے۔

جی کو جی سے ملاپ ہے۔ دل کو دل سے راہ ہے۔

جی کو کھولنا۔ خواہش کا اظہار کرنا، دل کی بات کہنا، بھڑاس نکالنا، بے دھڑک ہونا، بے باک ہونا۔

جی کو نہ بھانا۔ اچھا نہ لگنا، پسند نہ آنا۔

جی کھلنا۔ دل خوش ہونا۔

جی کھولنا۔ خوش ہونا، بھڑاس نکالنا۔

جی گھبرا جانا۔ فکر مند ہونا، دل کا پریشان ہو جانا۔

جی لوٹ پوٹ ہونا۔ طبیعت کا مائل ہونا، فریفتہ ہونا، رغبت ہونا۔

جی میں آنا۔ خیال آنا، خواہش ہونا۔

جی میں کانٹا لگنا۔ دلی تکلیف ہونا۔

جی میں گڑ جانا۔ دل پر اثر کرنا، دل میں چبھ جانا۔

جی نہ لگنا۔ کسی کام میں دل نہ لگنا، مغموم ہونا، کچھ اچھا نہ معلوم ہونا۔

جی نتھوں (نتھنوں) میں آنا۔ ناک میں دم آنا، بہت تنگ ہونا۔

جی ہاتھ میں نہ ہونا۔ دل بے قرار ہونا، دل قابو میں نہ ہونا۔

جی ہی جی میں۔ دل ہی دل میں، من ہی من میں۔

جے پال۔ ایک ہندو بھگت کا نام، زمین کا دیوتا، زندگی کا دیوتا۔

جیو۔ جان، دل، من۔

جھ

جھاڑ۔ فانوس، روشنی کا آرائشی آلہ۔

جھاڑ جھنکاڑ۔ خار دار درخت اور جھاڑیاں، کانٹوں دار گھنے درخت۔

جھانٹا۔ بکھیڑا، اٹنا۔

جھٹ پٹ۔ فوراً، جلدی سے۔

جھٹ سے۔ یکا یک، ایک دم۔

جھروکا۔ دریچہ، کھڑکی، سیرگاہ، منظر۔

جھگڑا جھانٹا لگنا۔ الجھن میں پڑنا، پریشانی میں مبتلا ہونا۔

جھم جھماہٹ۔ چمک دمک، جگمگاہٹ، روشنی۔

جھنجھنانا۔ بجانا، سنسنانا۔

جھنکاڑ۔ سوکھا درخت، بے پتوں کا پیڑ۔

جھوٹ سچ بولنا۔ ایسی بات کہنا جس میں کچھ جھوٹ ہو اور کچھ سچ۔

جھوکا کھانا۔ ڈگمگانا، اپنی جگہ سے ذرا سا ہٹ جانا۔

جھولنا۔ پریشانی میں مبتلا رہنا، لٹکنا، اٹکنا۔

جھولی بھر بھر۔ بہت سارا، ڈھیروں۔

جھینکنا جھینکنا۔ اپنی غلطی سے جو مصیبت آئی ہو اس کو مجبوراً برداشت کرنا یا بیان کرنا، رونا دھونا، افسوس کرنا۔

چ

چال ڈھال۔ طور طریقہ، انداز رفتار، حسنِ ادا۔

چاؤ۔ ارمان، حسرت۔

چاؤ چوچلے۔ ارمان، لاڈ پیار، ناز نخرہ۔

چپ چاپ۔ خفیہ طور پر، چپکے چپکے، تنہا، خاموشی کے ساتھ۔

چپ چپاتے۔ آہستہ سے، خاموشی کے ساتھ۔

چپکنا۔ گلے منڈھنا، شادی کرنا، حوالے کرنا۔

چت چاہا۔ دل پسند، من بھاونا۔

چت چاہی۔ خواہش کے مطابق، من چاہی۔

چت چاہی آس۔ من چاہی مراد۔

چٹ۔ نشان، دھبا۔

چٹ لگ جانا۔ بدنام ہو جانا، ٹیکا لگ جانا، بدنامی ہونا، داغ لگنا۔

چٹکی۔ کسی پسی ہوئی چیز یا سفوف کی معمولی مقدار، (مراد) ایسی بات یا حرکت جو کسی کے دل پہ اثر کرے۔

چٹکی لینا۔ طعنہ مارنا، طنز کرنا، چبھتی ہوئی بات کہنا۔

چچا۔ طاقتور، زور آور، کسی برائی میں نسبتاً بڑھا ہوا۔

چچیرا۔ چچازاد، چچا کے تعلق سے۔

چچیرا بھائی۔ چچازاد بھائی۔

چڑانا۔ چرانا، جگانا۔

چڑھ آنا۔ حملہ کرنا، چڑھائی کرنا۔

چڑھانا۔ نذر کرنا، پیش کرنا۔

چڑھاوا۔ بری کا سامان، ساچق کا سامان۔

چڑھاوا چڑھانا۔ منگنی یا شادی کا زیور دلہن کو دیا جانا، بری دینا۔

چڑھاؤ۔ بلندی، بلند راستہ، چڑھائی۔

چڑھاؤ اتار۔ چڑھائی اور ڈھلان، نشیب و فراز۔

چڑھنا، جانا۔ سوار ہو کر جانا، دھوم دھام سے جانا۔

چکی۔ چکر، گردش، گھماؤ۔

چکی سی لگ جانا۔ چکر بندھنا، اس طرح گھومنا کہ دائرہ بن جائے۔

چکی میں دلوانا۔ موت کے گھاٹ اتارنا، سزائے موت دینا، سخت سزا دینا۔

چگنا۔ چرنا، جانوروں کا ادھر اُدھر اپنا آذوقہ تلاش کرکے

کھانا۔

چلبلی/ چلبلا۔ زندہ دل، بے چین، شریر۔

چل نکلنا۔ جانا، روانہ ہو جانا، آپے سے باہر ہو جانا، گستاخ ہو جانا۔

چملی/چنبیلی۔ ایک قسم کی آتش بازی جس کو چھڑانے سے چنبیلی کے پھول سے مشابہ سفید رنگ کے آگ کے پھول جھڑتے ہیں۔

چندر۔ چاند، ماہتاب۔

چندر بھون۔ راجاؤں یا امراء کے محلوں کے اس فرحت بخش حصہ کا نام جہاں چاند کی روشنی سے پوری طرح لطف اٹھایا جا سکے۔

چندن۔ صندل۔

چنڈول۔ پالکی، ڈولی، ایک زنانہ سواری جسے کہار اٹھاتے ہیں۔

چنگھاڑ پڑ جانا۔ شور و غل پڑنا، ہنگامہ برپا ہونا، چیخ و پکار مچنا۔

چنگھاڑ مارنا۔ نعرہ لگانا، گرج دار آواز نکالنا۔

چنگھاڑنا۔ زور سے چیخنا، بآواز بلند پکارنا۔

چوتکا/ چوتک۔ چار قافیوں والا، چوبولا۔

چوٹ۔ جوڑا، مقابل، (مجازاً) ملاپ۔

چوچ/ چوچلا/ چونچلا۔ ناز نخرہ، لاڈ پیار۔

چودھویں رات۔ چاند کی وہ شب جس میں چاند پورا ہوتا ہے۔

چوکڑی بھول جانا۔ تیزی جاتی رہنا، گھبرا جانا، ہوش نہ رہنا، گھبرا جانا۔

چوگنی پچگنی ہونا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چولھے اور بھاڑ میں جائے۔ آگ لگے، اجڑ جائے، تباہ ہو جائے، برباد ہو جائے۔

چولھے میں ڈالنا۔ آگ لگانا، خاک میں ملانا۔

چونڈا۔ عورتوں کے سر کے بال جن کو یکجا کر کے عورتیں اپنے سر پر باندھ لیتی ہیں۔

چونڈا اہلانا۔ پریشان ہونا، بال بکھیرنا۔

چہچہا/ چہچہی۔ نہایت شوخ اور سرخ۔

چہل۔ ہنسی، زندہ دلی، خوش مذاقی، مسخراپن۔

چیر گھاٹ۔ دریائے جمنا کا وہ گھاٹ جہاں سری کرشن نے جمنا میں نہاتی ہوئی گوپیوں کے کپڑے چپکے چپکے اٹھائے تھے۔

چھ

چھاتی سے لگانا۔ گلے سے لگانا، دلاسا دینا۔

چھاتی کے کواڑ کھل جانا۔ سینہ چاک ہو جانا، بے تحاشہ چیخ پڑنا، زور کی آواز نکالنا۔

چھا جانا۔ کیفیت طاری ہونا، گونجنا، غالب آ جانا۔

چھاڑنا/ چھانڑنا۔ چھوڑنا، ترک کر دینا، تجنا۔

چھالا۔ پوست، کھال، سوکھی کھال۔

چھانہ/ چھانہہ۔ چھاؤں، سایہ، پرتو، عکس۔

چھانا۔ غلبہ کرنا، گھر بنا لینا، پھیلنا۔

چھانہ (چھانہہ) یا چھاؤں دینا۔ مثل ہونا، مشابہت ہونا، آمیزش ہونا۔

چھپاؤ۔ پوشیدگی، پردہ، حجاب۔

چھپ جانا۔ غروب ہو جانا۔

چھپر کھٹ۔ پردے دار مسہری، چھت گیری والا پلنگ۔

چھت باندھنا۔ قطار لگانا، صف بستہ ہونا، سائبان بنانا۔

چھتا۔ چھتنار، چھتراؤ، گتھاؤ۔

چھتیس راگنیاں۔ فن موسیقی کے مطابق چھ راگوں کی چھ چھ بیویاں ہیں، جنھیں راگنی کہا جاتا ہے، اس طرح کل چھتیس راگنیاں ہیں۔

چھٹ۔ علاوہ، سوا، بجز، چھوڑ کر۔

چھیڑنا۔ بجانا، شروع کرنا (دھن یا راگ کا)۔

چھینٹا۔ وہ پانی جو چلّو میں بھر کر کسی کو ماریں۔

چھینٹا دینا۔ چلّو میں پانی بھر کر کسی پر مارنا۔

د

داتا۔ خدا، رزاق، آقا، مالک۔

دان دینا۔ عطا کرنا، بخشنا۔

دُبلا۔ فکر مند، مغموم، سوچ میں مبتلا۔

دکھتا/دکھتی۔ تڑپا دینے والا، دکھ والا، رنج دہ، تکلیف دہ۔

دکھڑا۔ رنج، فکر، غم۔

دل بادل۔ بادلوں کی کثرت، جھنڈ، گہری گھٹا۔

دل بادل چھانا۔ گھنگور گھٹا چھانا۔

دن پھرنا۔ اچھے دن آنا، نصیب پھرنا، نصیبا جاگنا۔

دنتری۔ دانت، دانت کی تصغیر۔

دندنانا۔ خوشی منانا، عیش کرنا، مزے اڑانا۔

دن رات۔ روز و شب، آٹھوں پہر، ہر لحہ، ہر وقت۔

دوارکا۔ گجرات (بھارت) کا ایک قدیم شہر۔

دوب۔ نرم اور عمدہ گھاس۔

دوڑے آنا۔ فوراً آنا، بہت جلد آنا۔

دوہا۔ بیت، شعر۔

دیپک۔ ایک راگ کا نام۔

دیپک داس۔ دیپک کا خادم۔

دیکھتوں/دیکھتا۔ ناظرین، ناظر، (مراد) تماشائی۔

دیکھنا بھالنا۔ گہری نظر رکھنا، غور سے دیکھنا، نگرانی کرنا۔

دیکھنا دکھنا۔ نظارہ کرنا، سیر کرنا، تماشا دیکھنا۔

دھ

دھاری۔ اختیار کرنے والا، رکھنے والا۔

دھام۔ ۱۔ گھر، مکان، جگہ۔ ۲۔ ایک قسم کا لمبا سانپ جو گائے بھینسوں کو چمٹ کر ان کا دودھ پی جاتا ہے۔

دھرنا۔ اختیار کرنا۔

دھڑکا۔ خوف، ڈر، اندیشہ۔

دُھن۔ اشتیاق، لَو، لگن۔

دُھن پر اڑنا۔ کسی بات کے پیچھے پڑ جانا۔

دھن بھاگ۔ خوش نصیبی، خوش وقتی، خوبیِ قسمت۔

دھن مہاراج۔ کلمۂ آفرین و تحسین۔

دھنا، داہنا۔ سیدھا، راست، دایاں۔

دھنک۔ پتلا گوٹا، پتلا لیس۔

دھندلکا/دھوندلکا۔ منہ اندھیرا، نور کا تڑکا، علی الصباح، جب کچھ تاریکی باقی ہو۔

دھوت۔ چاندی، روپا۔

دھوم دھام۔ شان و شوکت، طمطراق۔

دھوم دھڑکا۔ تزک واحتشام، طمطراق۔

دھوم مچانا۔ چھیڑنا، ہنسی مذاق کرنا، دل لگی کرنا۔

دھیان چڑھنا۔ توجہ کرنا، غور کرنا، فکر کرنا، نظر آنا، دکھائی پڑنا۔

دھیان کا گھوڑا۔ تصور، خیال۔

دھیان کرنا۔ خیال کرنا، غور کرنا، سوچنا۔

دھیان گیان۔ پوجا پاٹھ، عبادت، بندگی، یاد الٰہی، مراقبہ۔

دھیان میں رہنا۔ یاد کرنا، لو لگانا۔

دھیان نہ چڑھنا۔ توجہ نہ دینا، خاطر میں نہ لانا، متوجہ نہ ہونا۔

ڈ

ڈار۔ جانوروں کا جھنڈ، ہرنوں کی قطار، ریوڑ، غول۔

ڈال رکھنا۔ رکھ چھوڑنا، روک رکھنا، بچا کے رکھنا، محفوظ کر لینا۔

ڈانک دینا۔ جڑاؤ چیز کے تھیوے میں ڈانک کا نگینے کے نیچے رکھنا۔

ڈانگ۔ ۱۔ پہاڑ کی اونچی چوٹی، سب سے اونچی پہاڑی، (کنایۃً) بہت بوڑھا۔ ۲۔ وہ رنگیلا پتا جو چمک کے لیے استعمال کیا جائے۔ ۳۔ پہاڑ۔

ڈبڈبانا۔ آنسو بھر جانا۔

ڈبرا۔ پانی جمع ہونے کی جگہ، (مراد) جھیل، جوہڑ، پانی کا گڑھا۔

ڈنڈ۔ بازو، کہنی سے شانہ تک کا حصہ۔

ڈنڈوت۔ آداب، تسلیم، بندگی۔

ڈنڈوت کرنا۔ آداب بجالانا، ماتھا ٹیکنا۔

ڈوبا رہنا۔ عالم محویت میں رہنا۔

ڈوبا ہوا ابھرنا۔ بگڑی ہوئی حالت کا سنبھلنا۔

ڈول۔ ۱۔ طور، طریقہ، ڈھنگ۔ ۲۔ وضع، کیفیت، ساخت۔ ۳۔ ریت، رسم، رواج، دستور۔ ۴۔ طرح، طریقہ، تدبیر۔ ۵۔ بنیاد، جڑ، سبب، علت۔

ڈول ڈال۔ جڑ، بنیاد، خاکہ، وجہ، طور طریقہ۔

ڈول رہنا۔ انداز ہونا، شکل ہونا، صورت ہونا۔

ڈول کرنا۔ جرأت کرنا، ہمت کرنا، اہتمام کرنا، طریقہ اختیار کرنا۔

ڈومنی۔ مغنیہ، گانے بجانے والی۔

ڈہاڈی/ڈھاڈی۔ چیخنے والا، رجز گانے والا۔

ڈہڈہا۔ تروتازہ، نہایت سرخ، خوش رنگ۔

ڈیرا۔ عارضی قیام گاہ۔

ڈھ

ڈھال تلوار۔ ہتھیار، اسلحہ، سامان جنگ۔

ڈھب۔ طریقہ، طرح، تدبیر، ترکیب، ڈھنگ، ذریعہ۔

ڈھب سے۔ کسی طور، ڈھنگ کے ساتھ۔

ڈھپنا۔ ڈھکنا۔

ڈھل ڈھل پڑنا۔ چکر کاٹنا، لڑھکنا، بن بن کر گرنا۔

ڈھلنا۔ تلاش کرنا، پتا لگانا، مائل ہونا، متوجہ ہونا۔

ر

راتا/رتا۔ ایک قسم کا سرخ یا قرمزی رنگ کا عمدہ کپڑا۔

راج۔ حکومت، سلطنت۔

راج پاٹ۔ بادشاہت، حکومت، سلطنت۔

راج پر بیٹھنا۔ تخت نشین ہونا، حکومت سنبھالنا۔

راج کرنا۔ عیش کرنا، بادشاہی کرنا، حکومت سنبھالنا۔

راج گدی پر بیٹھنا۔ تخت نشین ہونا، شاہی تخت پر جلوہ افروز ہونا۔

رادھا۔ سری کرشن چندر جی کی ایک بہت ہی پیاری گوپی کا نام تھا۔

راگ۔ گیت، نغمہ، وہ آواز جو کئی سُروں سے مرکب ہو کر نکلے اور خاص نغمگی پیدا کرے۔

راگنی۔ راگ کے ہر ایک شعبہ کا نام، موسیقی کی اصطلاح میں کسی راگ کی بیوی۔

رام۔ اجودھیا کے راجہ دشرتھ کے بڑے بیٹے اور وشنو بھگوان کے دسویں اہم مظہر کا نام۔

رام جنی۔ کسبی، طوائف، رنڈی، لاوارث عورت جو طوائف کا پیشہ اختیار کر لے، ہندو پیشہ ور کسبی۔

رام سندر۔ ایک قسم کی خوبصورت اور عمدہ ناؤ یا کشتی۔

راؤ چاؤ۔ خوشی، دل لگی، خوش ادائی، ناز غمزہ۔

راون۔ لنکا کے مشہور راجا اور راکھشوں یعنی شیاطین کے سردار کا نام۔

رائی کھپر بت کرنا۔ معمولی بات کو اہمیت دینا، مبالغہ سے کام لینا، ذرا سی بات کا بتنگڑ بنانا۔

رتی۔ ماشہ کا آٹھواں حصہ۔

رتھ۔ قدیم زمانہ کی ایک قسم کی بُرجی دار چار یا دو پہیوں کی عمدہ سواری جسے بیل یا گھوڑے کھینچتے تھے۔

رُچ۔ بھوک، خواہش، چاہ، اشتہا، رغبت۔

رچاوٹ۔ رنگت کی شوخی، مہندی سے رنگین ہونے کی عمدہ کیفیت، طمطراق، تزک و احتشام۔

رُچنا۔ پسند آنا، بھانا، اچھا لگنا، بھلا لگنا۔

رس۔ عشق، محبت، پریت، پیار، مزہ، لطف، کیف، مستی۔

رس (راس) دھاری۔ سانگی، کھیل تماشا کرنے والا، کرشن اور گوپیوں کا سانگ بھرنے والا۔

رس دھام۔ عشرت گاہ، عیش محل، عشرت کدہ۔

رس کا ٹپکنا۔ جوش جوانی کا ظاہر ہونا، خوبصورتی کا اثر انداز ہونا۔

رس کر لینا۔ سوانگ بھرنا، (مراد) ناز و انداز دکھانا۔

رکھائی۔ بے توجہی، بے رخی، بے اعتنائی، بے مروتی، بداخلاقی، روکھاپن۔

رکھائی (رکھائیاں) دینا۔ بے مروتی کرنا، بے رخی سے پیش آنا، کج ادائیاں کرنا، کنارہ کش ہونا، بے التفاتی کرنا۔

رکھ لینا۔ پناہ دینا، محافظت کرنا۔

رُندھاہٹ۔ گھناپن، گنجانیت۔

رُندھا ہوا۔ غم زدہ، رنجیدہ، اداس، غمگین۔

رنڈی۔ عورت، استری۔

روپ۔ ۱۔ بھیس، شکل، صورت۔ ۲۔ وضع، طرح۔ ۳۔ مثل، مانند۔ ۴۔ عالم، حالت، حال، کیفیت۔ ۵۔ اصلی حالت۔ ۶۔ لاابالی پن۔ ۷۔ ڈھنگ،

طریقہ، ترکیب، تدبیر، انداز، طرز۔

روپا۔ چاندی، سیم، نقرہ۔

روپ پکڑنا۔ شکل اختیار کرنا، صورت بدلنا، بھیس بنانا، اصلی حالت پر آنا، انداز اختیار کرنا، طرز اپنانا۔

روپ دکھانا۔ کرتب دکھانا، کرشمہ دکھانا۔

روپ دھرنا۔ وضع اختیار کرنا، صورت بنانا، سج دھج بنانا، بھیس بھرنا۔

روپہرا۔ نقرئی، چاندی کا بنا ہوا۔

روپہلا سنہرا۔ سرخ و سفید، گنگا جمنی۔

روٹھنا۔ خفا ہونا، ناراض ہونا۔

روک ٹوک۔ پوچھ گچھ، ممانعت، بندش، مناہی۔

روکاوٹ/رکاوٹ۔ تاخیر، روک، کشیدگی، بندش، دیر۔

رونداہٹ/روندھاہٹ۔ روہانسا پن، غمگینی، سنجیدگی۔

روندھا ہوا۔ رنجیدہ، روہانسا، غمگین۔

رونگٹا۔ رواں، وہ باریک بال جو مسامات میں ہوتے ہیں۔

رہا۔ باقی بچا۔

رہ جانا۔ باقی رہنا، بچ رہنا۔

رہس۔ کرشن لیلا، ایک قسم کا رقص جسے گوپیاں کرشن جی کے گرد حلقہ باندھ کر کرتی تھیں۔

رہنا سہنا۔ گزر بسر کرنا، زندگی گزارنا۔

ریت۔ رسم، رواج، دستور، طور طریقہ۔

ریت بھات۔ شادی بیاہ کی ایک رسم جس میں دلہن کے مائکے سے مونگ، چاول، گڑ، پوشاک وغیرہ دولہا کے گھر بھیجے جاتے ہیں۔

ریل پیل کرنا۔ دھکا دینا، ڈھکیلنا، ٹھیلنا۔

ریندھنا۔ کھانا تیار کرنا، پکانا، ابالنا۔

س

ساتھ دینا۔ امداد کرنا، رفاقت کرنا، رنج و غم میں شریک ہونا۔

سادھو بلاس۔ سادھوؤں کے آرام کرنے کی جگہ، مہمان خانہ، خانقاہ۔

سارنگ۔ دیپک راگ کی ایک راگنی کا نام۔

سارنگی۔ ایک قسم کا لکڑی کا بنا ہوا مشہور باجا۔

سارے کا سارا۔ تمام، سب، کُل۔

سامنے/سامھنے آنا۔ پیش آنا، بدلہ ملنا، واقع ہونا، جلوہ افروز ہونا، دکھائی پڑنا، نظر آنا۔

سانگ/سوانگ۔ روپ، نقل، بھیس، کھیل۔

سانگ آنا۔ تماشا ہونا، روپ دھارا جانا۔

سانگ بنانا۔ روپ بھرنا، نقل کرنا، بھیس بدل کر کوئی تماشا کرنا۔

ساون گانا۔ ہنڈولے گانا، ساونی گانا۔

سائیں سائیں بولنا۔ وحشت یا ویرانی برسنا، سناٹا بھرنا۔

سب کے سب۔ ہر ایک، سبھی، سب ہی۔

سبھ (شبھ) مہورت۔ مبارک گھڑی، اچھی گھڑی، نیک ساعت۔

سُپاری۔ سپاری یا چھالیا سے مشابہ ایک قسم کی آتش بازی۔

ستانا۔ پریشان کرنا، تکلیف دینا، مدد مانگنا، رائے لینا۔

سگن۔ نیک شگون، اچھی فال، نیک انجام، اچھا معاوضہ۔

سُچا۔اصلی، خالص، کھرا، بے کھوٹ۔

سچکنا۔ہچکچانا، گھبرانا۔

سچ مچ۔بے شک، واقعی، فی الحقیقت۔

سچوئی۔سچائی، صداقت۔

سدا سہاگن۔ وہ عورت جس کا خاوند ہمیشہ اس کے ساتھ رہے سہے۔

سدا سہاگن بنا رہنا۔ ہمیشہ دلہن کی سی سج دھج بنائے رکھنا۔

سِدھ۔یاد، خبر، آگاہی، علم۔

سُدھ۔ہوش۔

سدھارنا۔روانہ ہونا، جانا، رخصت ہونا۔

سُدھ رکھنا۔یاد رکھنا، دھیان رکھنا، بھول نہ جانا۔

سُدھ (شُدھ) کلیان۔کلیان ایک راگ کا نام ہے جسے سری راگ کا ساتواں بیٹا مانا جاتا ہے۔

سُدھ نہ رہنا۔ہوش نہ رہنا، خبر نہ رہنا۔

سر اٹھائے (اوٹھائے)۔ بے خوف و خطر، بے دھڑک، سیدھے، بے اندیشہ، بلا جھجک۔

سراہنا۔تعریف کرنا، گن گانا۔

سُرت۔دھیان، خیال، یاد، سوچ۔

سرت لگنا۔یاد رہنا، دھیان رہنا۔

سر جھکانا۔سجدہ کرنا، عاجزی اور انکساری کے ساتھ سر خم کرنا۔

سر چپک دینا۔زبردستی کسی کے ذمے ڈالنا۔

سرچوٹ۔نہایت بار خاطر، موجب غضب و غصہ۔

سردھرا (سردھری)۔سرتاج، سردار، بلند رتبہ۔

سردھننا۔افسوس کرنا، پچھتانا، حال بے حال ہونا۔

سر رہتا رہے جاتا جائے۔ جان بچے یا جائے، سر قلم ہو یا سلامت رہے۔

سرتی (سرسوتی)۔ ہندوؤں کی ایک دیوی کا نام ہے جو جملہ علوم و فنون کی موجد خیال کی جاتی ہے۔

سر سے پاؤں تلک۔ایڑی سے چوٹی تک۔

سر سے چپک دینا۔حوالے کرنا، شادی کرنا، بیاہ کرنا۔

سر منڈاتے ہی اولے پڑے۔اول ہی کام بگڑا، کام کے شروع کرتے ہی نقصان یا خرابی واقع ہوئی۔

سر نہوڑانا۔شرم کرنا، شرمانا۔

سر ہلانا۔سر کو حرکت دینا، (مراد) ہاں! دیکھیں کہ کیسے بجالاتے ہو۔

سر ہونا۔ذمے ہونا۔

سسکی۔سسکاری، سی کی آواز۔

سسکی لینا۔آہ سرد بھرنا۔

سکت۔قوت، طاقت، جرأت، آگہی، استعداد۔

سکت گرو۔شکتی دیوتا۔

سکھپال۔آرام پالکی، امیر عورتوں کی سواری۔

سکھ چین کا گھر۔محل، ایوان، آرام گاہ۔

سگھڑ۔خوش سلیقہ، عالی طبع، ذی شعور۔

سلجھانا۔حل کرنا، تصریح کرنا۔

سمانا۔ٹھیک آنا، رچنا، بسنا۔

سماوٹ۔کھپت، بھرت، جاذبیت، بھرپور پن۔

سٹ آنا۔ جمع ہو جانا، قریب قریب آ جانا۔

سمدھن۔ دولھا اور دلہن کی مائیں، بیٹا یا بیٹی کی ساس۔

سمھال۔ روک تھام، بچاؤ۔

سمیت۔ ساتھ، بہ شمول۔

سمیٹنا۔ سنبھالنا، فکر کرنا، انجام کو پہنچانا۔

سمیں/سمے/سما۔ وقت، رُت، فصل، دور۔

سناٹا۔ زوردار آواز، خوفناک آواز۔

سنگاسن/سنگھاسن۔ تخت شاہی، راج گدی، شادی کی چوکی۔

سنگاسن پر بٹھانا۔ تخت نشین کرنا، راجا بنانا، بادشاہت سپرد کرنا۔

سنگاسن پر بیٹھنا۔ تخت نشین ہونا، راج گدی پر بیٹھنا۔

سنگھار (سنگار)۔ بناؤ سجاؤ، آرائش۔

سنگوٹی۔ وہ طلائی، نقرئی یا پیتل کا خول جو خوبصورتی کے لیے جانوروں کے سینگوں پر چڑھایا جاتا ہے۔

سنکھ (سرکھ)۔ روبرو، آمنے سامنے، مقابل۔

سنمکھ ہونا۔ متوجہ ہونا، سامنے آنا۔

سو باتیں کہنا۔ کھری کھوٹی سنانا، لگی لپٹی نہ رکھنا۔

سوت۔ (پانی یا روشنی) پھوٹنے کی جگہ، (کنایۃً) چشمہ۔

سوجھنا۔ ذہن میں آنا، سمجھ میں آنا۔

سوچکنا۔ سوچ بچار کرنا، جھجکنا، ہچکچانا۔

سوچھانا/سجھانا۔ بتانا، ظاہر کرنا۔

سوچ میں ڈوبنا۔ فکر کرنا، غور کرنا، سوچنا۔

سو سو روپ سے۔ ہر طرح سے، تمام کوشش سے۔

سولہ سنگھار (سنگار)۔ زیب و زینت، عورتوں کا بناؤ سنگار۔

سون کھینچنا۔ سانس روکنا، چپ سادھنا، خاموشی اختیار کرنا۔

سونا مکھی۔ ایک قسم کی خوبصورت کشتی یا ناؤ جس کا اگلا حصہ طلائی ہوتا ہے۔

سونپنا۔ سپرد کرنا، دینا، عطا کرنا، حوالے کرنا۔

سونے روپے کا مینہ برسانا۔ دولت لٹانا، خوب خرچ کرنا۔

سونے کا پانی۔ وہ پانی جس میں سونا گلایا گیا ہو۔

سونے کے پانی سے لکھنا۔ (کنایۃً) اہم قرار دینا، نمایاں کرنا۔

سوہا۔ سرخ۔

سُوہرٹ/سورٹھ۔ ایک راگ کا نام جسے ہنڈول راگ کا بیٹا تسلیم کیا گیا ہے۔

سوہلا (سولھا)۔ ماتا دیوی کے تعریف کے گیت، خوشی یا شادی کا گانا۔

سوہلا (سوہا)۔ نرالی اور دلچسپ خبر یا بات۔

سوہنی۔ ایک راگنی کا نام، خوبصورت۔

سُوہی (سوہے)۔ سرخ، لال۔

سہاگ۔ لاڈ پیار، خوش نصیبی۔

سہاگن۔ خاوند والی، شوہر دار، (کنایۃً) دلہن، بنی سنوری۔

سہانا پن۔ خوبصورتی، حسن، سندر پن۔

سہانی، سہانا۔ عمدہ، خوبصورت۔

سہیلا۔ منظر، نقشہ، عالم، احوال، حال۔

سے۔ سو۔

سی۔ جیسی، مانند۔

سیام سندر۔ ایک قسم کی عمدہ ناؤ یا کشتی جو شیام سندر نامی درخت کی لکڑی سے تیار کی جاتی ہے۔

سیتا۔ متھلا کے راجا دھوج جنک کی دختر کا نام جو سری رام چندر کی زوجہ تھی۔

سِتی پروتی۔ سلائی کڑھائی میں ماہر، سینے پرونے والی۔

سِلی۔ ریشم کے دھاگوں کی لڑی، جو جوگی اپنے گلے میں ڈالتے ہیں۔

سِلی تاگی۔ سوت کی سیاہ ڈوری، جو جوگی گلے میں ڈالتے ہیں۔

سیوا۔ خدمت۔

سیوا کنج۔ کرشن جی کی محبوبہ رادھا کے گھر کا نام جو برسانا میں واقع تھا۔

ک

کالنگڑا (کانگڑا)۔ ایک راگنی کا نام جو رات کے تیسرے پہر میں گائی جاتی ہے۔

کالی آندھی۔ وہ طوفانِ باد جس کی گرد کے سبب اندھیرا چھا جائے۔

کام۔ خواہش، مرضی۔

کام دھین گائے۔ دان یا خیرات کے لیے بنائی ہوئی طلائی گائے۔

کامریا۔ کملی، چھوٹا کمبل۔

کان پکڑنا۔ استاد تسلیم کرنا، عاجزی ظاہر کرنا، قائل ہونا، توبہ کرنا۔

کانٹا لگنا۔ صدمہ پہنچنا، رنج ہونا۔

کان رکھنا۔ دھیان دینا، غور کرنا، متوجہ ہونا، دل لگا کر سننا۔

کان مروڑنا۔ ہدایت کرنا، تاکید کرنا، تنبیہ کرنا۔

کانہڑا۔ ایک راگ کا نام جو میگھ راگ کا پسر تسلیم کیا جاتا ہے۔

کُبجا۔ سری کرشن کے ماما اور جانی دشمن کنس کی ملازمہ۔

کپڑا لتا۔ کپڑا، پارچہ۔

کٹ تال۔ ایک ساز جو چھوٹی مچھلیوں کے مانند لکڑی یا پتھر کے چار ٹکڑوں سے بنایا جاتا ہے۔

کٹ کرنا۔ چھوڑنا، ترک کرنا، دوستی ختم کرنا۔

کچی چاندی۔ کھری چاندی، اصلی چاندی۔

کچھ۔ کچھپ وشنو بھگوان کے چوبیس مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔

کچھ بڑی بات نہیں۔ بہت آسان کام، سہل کام، کوئی مشکل کام نہیں۔

کچھار۔ دریا کا کنارہ، کھولا، وہ ترائی جہاں شیر رہتا ہے۔

کچھ چلنا۔ بات مانی جانا، زور ہونا۔

کچھ دال میں کالا ہے۔ کوئی سبب ضرور ہے، کوئی راز ہے، کچھ نہ کچھ عیب ضرور ہے، کوئی معاملہ ہے، کوئی شبہ والی بات ہے۔

کچھ دیکھا نہیں۔ تجربہ نہیں، ناتجربہ کار، بھلے برے کی تمیز نہیں۔

کچھ کچھ۔ ۱۔ کسی قدر، تھوڑا سا۔ ۲۔ کوئی وظیفہ، کوئی دعا۔

کچھنا۔ کسنا۔

کچھ نہ چلنا۔ قابو نہ پانا، بس نہ چلنا۔

کچھ نہ سمجھنا۔ خیال نہ کرنا، خاطر میں نہ لانا۔

کچھو۔ دھوتی، جانگیا، گھٹنا۔

کھچاوٹ۔ کھچاؤ، کشیدگی، کشش، خوبصورتی۔

کدار (کدارا)۔ دیپک راگ کی ایک راگنی کا نام۔

کدارناتھ۔ کوہ ہمالیہ کی ایک پہاڑی کا نام۔

کدام۔ ایک قسم کی آتش بازی جس کو چھڑانے پر آگ کے خوبصورت پھول نکلتے ہیں۔

کر۔ طور سے، کر کے۔

کراہنا۔ ہائے ہائے کرنا، درد یا دکھ کے سبب آہ آہ کرنا۔

کر بتانا۔ عمل کر کے دکھانا، عملی جامہ پہنانا۔

کرتب۔ کمال، ہنر، فن۔

کرتوت۔ کام، فعل، کیا دھرا، جادو ٹونا۔

کرچھال۔ چھلانگ، زقند، اچھل کود۔

کرچھالیں مارنا۔ چھلانگیں مارنا، اچھل کود کرنا، زقندیں بھرنا۔

کر دکھانا۔ عمل میں لانا، سرزد کرنا، بہم پہنچانا۔

کر ڈالنا۔ بنانا، روپ دینا، شکل دینا۔

کرن۔ سنہری یا روپہلی گوٹے کے تار۔

کریل۔ ایک قسم کی خاردار جھاڑی۔

کڑا۔ دست برنجن، خلخال، پابرنجن۔

کڑوا کسیلا ہونا۔ تلخ ہونا، بدمزہ ہونا، پریشان ہونا، مصیبت میں پھنسنا۔

کڑی بات۔ ناملائم بات، ناگوار طبع بات، (مراد) چھیڑ چھاڑ کی بات۔

کڑی پڑنا۔ بے عزت ہونا، دشواری پیش آنا، مصیبت میں مبتلا ہونا، آفت آنا۔

کڑی جھیلنا۔ سختی اٹھانا، بے عزت ہونا، بلا میں پھنسنا، دقت پیش آنا۔

کڑے مہرے آنا۔ بے رخی سے پیش آنا، بے توجہی برتنا، بد سلوکی کرنا۔

کڑھنا پچنا۔ رنجیدہ ہونا، ملول ہونا۔

کس کا منہ۔ کس کی زبان، کس کی جرأت، کس کا حوصلہ، کس کی مجال۔

کسم / کسنبھ / کسنب / کسمبھ۔ ایک قسم کا پودا جو چھ فٹ اونچا ہوتا ہے، (مجازاً) سرخ رنگ۔

کشن نواس۔ راجاؤں یا امیروں کے محلوں کے اس حصہ کا نام جہاں سری کرشن کا مندر ہو۔

کل دھوت۔ چاندی، چاندی سونا۔

کل کا پتلا۔ انسان، آدمی، مشینی مورت، چابی دار کھلونا۔

کلیجا (کلیجہ) تھرتھرانا۔ وحشت ہونا، خوف سے دل دھڑکنا، خوف طاری ہونا۔

کلیجا ٹکڑے ہونا / کلیجا ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔ دل پر صدمہ گزرنا، دل بے تاب ہونا، دل پھٹ جانا۔

کمہار۔ کوزہ گر، (مراد) خالق کائنات۔

کنج / کونج۔ قاز، کلنگ، راج ہنس۔

کنچن۔ سونا، طلا۔

کنچنی۔ بیسوا، رنڈی، کسبی، رقاصہ، طوائف۔

کنوتیاں اٹھانا۔ چوکنا ہونا، ہوشیار ہونا، خطرے کے

احساس سے کان کھڑے ہونا۔

کنور۔ شہزادہ، ملک زادہ، راجا کا بیٹا۔

کنول۔ گلِ نیلوفر۔

کنھیا۔ سری کرشن چندر کا ایک لقب، (کنایۃً) معشوق، محبوب۔

کنھیا بننا۔ آراستہ و پیراستہ ہونا، سج دھج بنانا۔

کود پھاند۔ اچھل کود، پھلانگ، چھلانگ۔

کوس۔ راستہ کی ایک حدِ معین کا نام جس کی مقدار بعض کے نزدیک چار ہزار گز اور بعض کے نزدیک تین ہزار گز ہے۔

کوک پڑنا۔ آواز گونجنا، شور ہونا، چیخ پکار ہونا، چلاہٹ مچنا۔

کون ہو۔ تمہاری حیثیت کیا ہے، تم میں کیا خوبی اور ہنر اور اچھائی ہے۔

کوئی۔ کبھی نہیں، ہرگز نہیں۔

کہاں تک۔ کب تک، تا بہ کے، کسی قدر، کتنا، کس عرصہ تک۔

کہانی۔ قصہ، داستان، کتھا، سرگزشت، حال احوال، ماجرا۔

کہہ سننا۔ گفت و شنید، ذکر و اذکار۔

کہنا سننا۔ ۱۔ اظہار کرنا، دل کی بات بتانا، اظہار عشق کرنا۔ ۲۔ برا سلوک، حکم۔ ۳۔ بات چیت کرنا۔

کہنے اور کرنے سے بڑا پھیر ہے۔ زبانی جمع خرچ اور عملی جامہ پہنانے میں بہت فرق ہے، گفتار و کردار کا یکساں نہ ہونا۔

کہنے سننے پر نہ جانا۔ کسی بات کا خیال نہ کرنا، غور نہ کرنا۔

کہنے سننے سے باہر۔ ناقابل بیان، بیان سے باہر۔

کہنے میں نہیں آنا۔ ذکر نہ کر سکنا، ناقابل بیان ہونا۔

کیا پڑی۔ کیا واسطہ، کیا تعلق، کیا نسبت، کیا رشتہ، کیا فکر۔

کیسر۔ زعفران۔

کیوڑا۔ سفید کیتکی کا پودا جو کیتکی سے کچھ بڑا ہوتا ہے۔

کھ

کھانا پینا۔ خورد و نوش، کھانا کھانا، تناول کرنا۔

کھٹائی میں پڑنا۔ جھمیلے میں پڑنا، بکھیڑے میں پھنسنا۔

کھٹ تال۔ پیتل، کانسی یا لکڑی کا بنا ہوا ایک قسم کا باجا جس کا ایک ایک جوڑا دونوں ہاتھوں میں لے کر بجاتے ہیں۔

کھٹ راگ۔ بکھیڑا، جنجال، جھگڑا، قضیہ۔

کھٹ راگ لانا۔ جھگڑا پیدا کرنا، جھنجھٹ نکالنا۔

کھٹ للت۔ ایک راگنی کا نام۔

کھچا کھچ۔ خوب، کثرت سے، بہت زیادہ، لبالب، ٹھونس ٹھونس کر۔

کھلاڑی۔ ماہرفن، کرتبی، کرتب باز، (مراد) خالق، خدا۔

کھماج/کھمباج۔ مالکوس راگ کی دوسری راگنی کا نام۔

کھنڈ جانا/کھنڈنا۔ بکھر جانا، پھیل جانا، بچھ جانا۔

کھنڈسال۔ شکر کا ذخیرہ، کھانڈ یا شکر کا کارخانہ۔

کھوج کھونا۔ ستیاناس کرنا، تباہ و برباد کرنا، تہس نہس

کرنا۔

کھوج لگانا۔ تلاش کرنا، پتہ نشان معلوم کرنا۔

کھولنا۔ راز کھولنا، بھید معلوم کرنا، عندیہ لینا، بیان کرنا، ظاہر کرنا۔

کھیل۔ ا۔ معمولی کام، آسان کام۔ ۲۔ بازی گری، تماشا، کرتب، کرشمہ۔

کھیل بگڑنا۔ کام میں رخنہ پڑنا، بنے ہوئے کام کا بگڑ جانا، تماشا ختم ہونا۔

کھیل ہونا۔ معمولی بات ہونا، کچھ مشکل کام نہ ہونا۔

گ

گات۔ عورت کی چھاتیوں کا ابھار۔

گاتی باندھنا۔ چادر یا دوپٹے کو دونو کاندھوں پر ڈال کر سینہ یا چھاتی پر باندھنا۔

گاتی بجاتی۔ گانے بجانے والی، رقاصہ، مغنیہ، نرتکی۔

گاڑھ۔ مصیبت، مشکل، پریشانی، آفت۔

گاڑھ پڑنا۔ مصیبت آنا، برا وقت آنا، جھگڑا اٹھنا۔

گانا بجانا۔ راگ رنگ، نغمہ سرائی۔

گانٹھ میں سمیٹنا۔ قبضے میں لینا، اکٹھا کرنا، جمع کرنا، قابو میں کرنا۔

گاہک۔ طلب گار، مانگنے والا، (مجازاً) محبوب، پیارا۔

گائن۔ گانے والی، مغنیہ، ڈومنی۔

گت۔ ا۔ حالت، خرابی۔ ۲۔ تال سُر کا سجاؤ۔

گٹھ جوڑ۔ میل ملاپ، گرہ بندھن، شادی۔

گٹکا۔ ایک قسم کی طلسمی گولی جسے منہ میں دبا لینے والے شخص میں حیرت انگیز قوت پرواز آجاتی ہے۔

گٹھا۔ پشتارہ، گٹھر۔

گٹھ جوڑا۔ ا۔ میل، ملاپ، اتحاد، ارتباط۔ ۲۔ گرہ بندھن، شادی، بیاہ۔

گٹھ جوڑا ہونا۔ شادی کے بندھن میں بندھنا۔

گج موتی۔ ہاتھی کی پیشانی سے نکلنے والا موتی، بڑا موتی۔

گدگدانا۔ اکسانا، آمادہ کرنا، چھیڑنا۔

گدرایا ہوا۔ نیم پختہ، جوبن سے بھرپور، پُر شباب۔

گدگدی۔ شوق، امنگ، جوش۔

گڑیاں سنوارنا۔ بیٹی کا بیاہ کرنا۔

گسائیں/گوسائیں۔ گوسوامی، سنیاسی، جوگی، سنت، مہنت۔

گلجھوی۔ گرہ در گرہ، شکن، گتھی۔

گلجھوی کھولنا۔ گرہ کھولنا، گتھی سلجھانا، ملال دور کرنا۔

گلے لگانا۔ پیار کرنا، چھاتی سے لگانا، معانقہ کرنا۔

گنگا جمنی۔ طلائی و نقرئی، سنہرا اور روپہلا۔

گنگنانا۔ منہ ہی منہ میں گانا۔

گنواری بولی۔ گاؤں کی بولی، غیر مستند زبان۔

گوپی۔ گوالن، سری کرشن کے ساتھ کھیلنے والی اور ان کا دل بہلانے والی گوالوں کی سولہ سو لڑکیاں۔

گوت۔ حسب نسب، خاندان۔

گوتھا/گتھا۔ مدہوش، الجھا ہوا، دُھت۔

گوتھے/گتھے رہنا۔ مدہوش رہنا، الجھنا، دُھت رہنا۔

گوٹ۔ حاشیہ، کنّی، کناری۔

گوٹا۔ سونے چاندی کے تاروں کا کم عرض کا بافتہ جو ریشم کے بانے سے بُنا جاتا ہے، لچکا، کناری، تاگ توڑ۔
گوجری/گجری۔ دیپک راگ کی ایک راگنی کا نام۔
گود۔ دامن، آنچل۔
گود بھر لینا۔ دامن میں لینا، جھولی میں بھر لینا۔
گورکھ۔ محافظ آسمان، زمین کا دیوتا، پہاڑی دیوتا، گائے کا محافظ، پہاڑ کا رہنے والا۔
گورکھ جاگا۔ گورکھ ناتھ کے نام کی منادی۔
گورکھ جاگے۔ گورکھ پنتھی جوگی آئے، (کنایۃً) رحمتیں نازل ہوئیں۔
گوری۔ مالکوس راگ کی دوسری راگنی کا نام جس کو آخری دن گایا جاتا ہے۔
گوکل۔ اس مشہور اور مقدس گاؤں کا نام جو متھرا کے قریب دریائے جمن کے متصل واقع ہے۔
گوکھرو۔ کٹوری نما مڑا ہوا گوٹا۔
گوئیاں۔ سہیلی، سکھی۔
گویا۔ مغنّی، گایک، موسیقار، گانے والا۔
گہنا۔ زیور۔
گیاں۔ گائے کی جمع۔
گیروا۔ جوگیا، گیرو کے رنگ کا۔
گیندا۔ ایک قسم کی آتش بازی جس کو چھڑانے سے زرد رنگ کے آگ کے خوشنما پھول نکلتے ہیں۔

گھ

گھاٹ۔ دریا کا کنارہ، گزرگاہ دریا، پُل۔
گھاگ۔ خرانٹ، جہاں دیدہ، تجربہ کار، چالاک، ہوشیار۔
گھبراہٹ۔ وحشت، پریشانی۔
گھر آنا۔ چھا جانا، امنڈنا، دھاوا بولنا۔
گھر اجاڑنا۔ گھر تباہ کرنا۔
گھرانا۔ خاندان، گھر، قبیلہ، کنبہ، خانوادہ۔
گھر بسنا۔ گھر آباد ہونا، شادی ہونا، بیاہ ہونا۔
گھر سے باہر پاؤں نہ دھرنا۔ ایک جگہ بیٹھا رہنا، تارک دنیا ہونا۔
گھر کا اجالا۔ نورِ چشم، رونقِ خانہ۔
گھر کرنا۔ جگہ بنانا، رسائی حاصل کرنا، سما جانا، کھبنا۔
گھر گھاٹ نہ پانا۔ داؤ گھات سے واقف نہ ہونا، رنگ ڈھنگ یا طور طریق معلوم نہ ہونا۔
گھر والی۔ بیوی، زوجہ، اہلیہ، بیگم، خاتون خانہ۔
گھڑی۔ وقت کی ایک پیمائش، چوبیس منٹ کا وقت، ساعت، لحہ، وقت۔
گھڑی گھڑی۔ بار بار، ہر وقت، لگاتار، پے در پے۔
گھگھیانا/گھگیانا۔ گڑگڑانا، منت سماجت کرنا، عاجزی کرنا۔
گھوڑا پھینکنا۔ گھوڑا دوڑانا، پیچھا کرنا۔
گھوڑے کی پیٹھ لگنا۔ سوار ہونا، سوار ہو کر جانا۔
گھولے میں آ جانا۔ تحلیل ہو جانا، حل ہو جانا، رقیق چیز میں حل جانا۔

ل

لاج۔ شرم، حیا، لحاظ، غیرت۔

لاج آنا۔ شرم آنا، غیرت آنا، شرمندہ ہونا، لحاظ کرنا۔

لاج چھوڑنا۔ بے حیا بن جانا، بے شرم ہونا۔

لالٹین۔ شیشے کی قندیل، فانوس، وہ فانوس جس میں شیشے لگے ہوں۔

لالڑی۔ یاقوت، چھوٹا لال۔

لپا۔ گوٹا، لچکا، گوٹے کی ایک قسم۔

لپٹ جھپٹ۔ دھینگا مشتی، ہاتھا پائی، چھیڑ چھاڑ، داؤ پیچ، طراری۔

لپیٹ سپیٹ کے۔ چھپا کر، چپکا کر۔

لتہ۔ پرانے کپڑے کا ٹکڑا، دھجی۔

لٹانا۔ نچھاور کرنا۔

لٹکا۔ ٹونا، جادو، افسوں، ٹوٹکا، شعبدہ۔

لجیانا/لجانا۔ شرمندہ ہونا، نادم ہونا۔

لچکا۔ نواڑا، ایک قسم کی کشتی یا ناؤ۔

لچکا۔ ۱۔ لرزش، کپکپاہٹ ۲۔ نزاکت کی حرکت۔ ۳۔ جھکاؤ، نرمی، جھٹکا۔

لچکے کھنا۔ بل کھانا، ہچکولے لینا، لہرانا۔

لچھمن۔ راجا دشرتھ کے چار فرزندوں میں سے دوسرے فرزند۔

لدا پھندا۔ اٹا ہوا، سجا ہوا، بھرا ہوا۔

لڑائی ہونا۔ جنگ ہونا۔

لڑکے بالے۔ اہل و عیال، بیوی بچے۔

لڑنا۔ جھگڑنا، تکرار کرنا، جنگ کرنا۔

لڑی گوندھنا۔ دھاگے میں موتی پرو کر ہار یا مالا بنانا۔

لکھوٹ۔ تحریر، اقرار نامہ، عہد نامہ، دستاویز، لکھا پڑھی۔

لگا۔ لے کر، شروع ہو کر۔

لگاوٹ۔ لگاؤ، تعلق، التفات، خوش اختلاطی۔

لگ چلنا۔ ربط رکھنا، ملنا جلنا، لگاؤ رکھنا، میل ملاپ رکھنا۔

لنکا۔ بھارت کے شمال جانب ایک بڑے اور مشہور جزیرہ کا نام۔

لوٹ پوٹ ہونا۔ فریفتہ ہونا، پسند آنا، تڑپنا، بے قرار ہونا۔

لوچ۔ نزاکت۔

لوک۔ دنیا، ملک، جہان۔

لوہو۔ لہو، خون۔

لوہو برسنا۔ خون خرابہ ہونا، جنگ و جدال ہونا، خونریزی ہونا۔

لہرا دینا۔ اڑا دینا، پھیلا دینا۔

لہلہا۔ سرسبز، تر و تازہ، ہرا بھرا۔

لے بھاگ۔ اٹھائی گیرا، ڈاکو۔

لے بھگا۔ اٹھائی گیرا، آنکھ بچا کر مال و اسباب کو چوری کر کے بھاگ جانے والا۔

لینا۔ پکڑنا، قبضہ جمانا۔

لینا دینا۔ غرض، مطلب، واسطہ، تعلق۔

م

ماتھا۔ اوپری حصہ، پیشانی۔

ماتھا ٹھنکنا یا ٹھنک جانا۔ خیال بد گزرنا، خطرے سے آگاہ

ہونا، کسی کام کی بدانجامی کے متعلق خبر ہونا۔

ماتھا رگڑنا۔ نہایت عاجزی کرنا، انکساری کرنا، خوشامد کرنا۔

ماٹی/مٹی ڈالنا۔ درگزر کرنا، بھول جانا، ختم کرنا، دفن کرنا۔

مادھوبلاس۔ راجاؤں یا امیروں کے محلوں کا وہ حصہ جہاں سری کرشن اور گوپیوں کے عشق و محبت کے مناظر کو تصویروں یا مورتیوں کے ذریعہ نمایاں کیا گیا ہو۔

مالا جپنا۔ تسبیح کرنا، ورد کرنا، وظیفہ پڑھنا۔

مالسری۔ سری راگ کی پانچویں راگنی کا نام۔

ماں۔ میں۔

مانجھے کا جوڑا۔ وہ زرد پوشاک جو مائیوں میں دولھا اور دلہن کو پہنائی جاتی ہے۔

مانگ بھر جانا۔ سج جانا، سنور جانا۔

مانگے تانگے۔ ادھار لے کر، قرض لے کر، مستعار لے کر۔

ماننا۔ تسلیم کرنا، قبول کرنا۔

مٹی کا باسن۔ مٹی کا برتن، (کنایۃً) آدمی، بشر، انسان۔

مٹکا۔ بڑا گھڑا، خم کلاں۔

مٹھی میں ہونا۔ قابو میں ہونا، اختیار میں ہونا، قبضے میں ہونا۔

مچھ۔ متسیہ وشنو کے دس مظاہر میں سے مظہر اول ہے۔

مچھندر۔ بدکار اور بدکردار آدمی، بڑی بڑی موچھوں والا، بدصورت۔

مچھندرناتھ۔ ایک دیوتا کا نام، وشنو کا ایک اوتار۔

مچھی۔ مچھلی۔

مچھی بھون۔ بادشاہوں، راجاؤں یا امیروں کے محلوں کا وہ تالاب جس میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پالی جاتی ہیں۔

مد۔ نشہ، مستی، شراب۔

مڈبھیڑ ہو جانا۔ اچانک ملاقات ہو جانا، آمنا سامنا ہو جانا۔

مرت/مرتا۔ بے جان، مردہ، فانی۔

مردنگ۔ ایک قسم کا باجا جو ڈھولک سے کچھ لمبا ہوتا ہے۔

مرگ چھالا۔ ہرن کی بالوں سمیت کھال جس پر بیٹھ کر عبادت کرتے ہیں۔

مُرلی۔ بانسری، نَے۔

مُرلی بجانا۔ بانسری بجانا، نَے پھونکنا۔

مرمٹنا۔ فنا ہو جانا، مر جانا۔

مسوسنا۔ رنجیدہ ہونا، افسردہ ہونا، کڑھنا۔

مسّی۔ ایک قسم کا منجن جو مازو پھل، کشتہ فولاد، طوطیا وغیرہ سے تیار کیا جاتا ہے، جسے ہندوستان کی عورتیں شادی ہو جانے پر جب تک سہاگن رہتی تھیں، اسے دانتوں پر لگاتی تھیں۔

مسّی کی دھڑی۔ مسی کی تہہ جسے عورتیں خوبصورتی کے لیے اپنے ہونٹوں یا دانتوں پر جماتی ہیں۔

مسیں بھیگنا۔ جوانی کے آثار ظاہر ہونا، سبزہ نمودار ہونا۔

مکھ بات۔ بالمشافہ گفتگو۔

مکھ بات ہو کے۔ زبانی گفتگو کے باوجود۔

مکھ پاٹ ہو کے پڑنا۔ اوندھے منہ لیٹنا، پیٹ کے بل لیٹنا، پٹ لیٹنا۔

مکھڑا۔ حسین چہرہ، پیاری شکل۔

مکٹ۔ مور تاج، وہ تاج جو ہندو دولھا کے سر پر رکھتے ہیں۔

ملاپ۔ میل جول، ربط ضبط۔

ملنا جلنا۔ میل ملاپ، ملاقاتیں، میل جول۔

ملولا کھلانا/ململا کھانا۔ رنجیدہ ہونا، افسوس ہونا، رنج کرنا، غمگین ہونا۔

منتر پڑھنا۔ عمل پڑھنا، وظیفہ پڑھنا۔

منتری۔ معمولی کام، وید کا چھوٹا سا اشلوک۔

منڈیا (مونڈیا)۔ سر۔

منڈیا ہلانا۔ انکار کرنا، سر ہلا کر منع کرنا۔

منڈھنا/مڑھنا۔ پوشش کرنا، اڑھانا، ڈھانکنا، ڈھانپنا۔

منگلا مُکھی۔ ارباب نشاط، خوشی منانے والے، مغنی، رقاص۔

من مانی۔ حسب منشا، دل کے موافق، خود اختیاری۔

منھ (مونھ)۔ ا۔ حیثیت، مجال، مقدور، جرأت، حوصلہ، ہمت۔ ۲۔ زبان، قوت گویائی۔

منھ پر لانا۔ سامنے کہنا، روبرو کہنا، ظاہر کرنا، پیش کرنا۔

منھ پر ہاتھ پھیرنا۔ آگاہ کرنا، جتانا، بدلہ لینے کا اشارہ کرنا۔

منھ پڑنا۔ رخ کرنا، راستہ ملنا، قدم بڑھنا، جرأت ہونا۔

منھ پھوڑ کے۔ بے غیرت بن کے، بے شرمی سے، بے حیائی سے، دلیری سے۔

منھ تھتھانا۔ رنجیدہ خاطر اور آزردہ دل ہو کر خفگی کی صورت بنانا، منھ پھلانا، خفا ہونا۔

منھ چنگ۔ مرچنگ، لوہے کا بنا ہوا ایک قسم کا باجا جسے منھ میں لے کر انگلیوں سے بجاتے ہیں۔

منھ چومنا۔ نثار ہونا، قربان ہونا، شاد کرنا، پیار کرنا۔

منھ دکھائی۔ رونمائی، وہ نقدی یا زیور وغیرہ جو دلہن کا منھ اول ہی اول دیکھ کر اس کی سسرال والے یا رشتہ دار اسے دیتے ہیں۔

منھ سے بولنا۔ زبان سے بات کرنا۔

منھ سے نکالنا۔ زبان پر لانا، کہنا۔

منھ سے نکلنا۔ زبان پر آنا، کہنا۔

منھ کی پیک۔ لعاب دہن، آب دہن۔

منھ کھول دینا۔ دولت خرچ کرنا، کسی چیز کو نکالنے کے لیے بند شے کو کھولنا۔

مُوا۔ مردہ، مرا ہوا، کم بخت، ناشاد، نامراد، بحالت آزردگی و تنفر یہ لفظ عورتوں کی زبان پر آتا ہے۔

موتی پرونا۔ ا۔ موتیوں کی لڑی بنانا، موتیوں میں دھاگا ڈالنا۔ ۲۔ رو رو کر دکھڑا سنانا۔

موتی کی لڑیاں جھڑنا۔ نہایت شائستگی سے مسکرانا۔

مور پنکھی۔ ایک قسم کی خوبصورت ناؤ یا کشتی جو بہ شکل طاؤس ہوتی ہے۔

مورچھل کرنا۔ مگس رانی کرنا، مور کے پروں کے پنکھے کو کسی کے سر پر یا اس کے آس پاس ہوا کرنے یا مکھیاں وغیرہ اڑانے کے لیے ہلانا۔

مور مکٹ۔ مور کے پروں سے بنا ہوا تاج۔

موگرا۔ بیلا کی قسم کا ایک پھول جو بیلے سے بڑا ہوتا ہے۔

موندر کھنا۔ قید کرنا، بند کرنا۔

مہادیو۔ ہندوؤں کے ایک مشہور دیوتا جو دنیا کو تباہ و برباد کرنے والے مانے جاتے ہیں۔

مہاراجا۔ راجاؤں کا راجا، سلطان، شہنشاہ۔

مہاکٹھن۔ سخت دشوار، بڑی مشکل۔

مہرا۔ سامنا، آگا۔

مہراجن۔ بڑا راجا۔

مہراجن کے مہاراج۔ شہنشاہوں کا شہنشاہ۔

میگھ ناتھ۔ میگھ ناٹ، ایک راگ کا نام جو میگھ راگ کا بیٹا مانا جاتا ہے۔

میل۔ آمیزش، ملاوٹ۔

ن

ناتا۔ رشتہ، شادی بیاہ۔

ناتا ہونا یا جوڑنا۔ رشتہ ہونا، رشتہ داری ہونا، رشتہ قائم کرنا۔

ناچ نچانا۔ رقص کرنا، کرتب کرنا، حیران کرنا، تنگ کرنا۔

نادھ شکتی۔ موسیقی کی دیوی۔

ناک اونچی کرنا۔ عزت بڑھانا، بول بالا کرنا، عزت بخشنا۔

ناک بھوں تاننا۔ نخوت ظاہر کرنا، ناز و نخرے دکھانا۔

ناک بھوں چڑھانا۔ تیوری چڑھانا، بیزار ہونا، ناراض ہونا، بگڑنا۔

ناک چڑھانا۔ ناراض ہونا، رنجیدہ ہونا، بگڑ جانا۔

ناک رگڑنا۔ سر جھکانا، نہایت منت سماجت کرنا، عاجزی کرنا۔

ناہ نوہ کرنا۔ انکار کرنا، منع کرنا، تکلف کرنا۔

نپٹ۔ پوری طرح، سراسر، تمام، پورا، سرتاسر۔

نچویا۔ ناچنے والا، رقاص، نچیا۔

نچی کھسوٹی۔ برباد، تباہ حال، افسردہ، پریشان۔

نچھاور کرنا۔ تصدیق، نثار کرنا، صدقہ اتارنا۔

ندان۔ آخرکار، انجام کار، بالآخر۔

نڈھال ہونا۔ مضمحل ہونا، جی ڈوبنا۔

نرسنگھ۔ وشنو کا چوتھا مظہر یا اوتار، جس کا سر شیر کا سا تھا۔

نکل چلنا۔ بھاگ جانا، فرار ہو جانا، چلا جانا۔

نکلنا۔ نظر آنا، نمایاں ہونا، ظاہر ہونا، لگنا۔

نکیلی۔ نوک دار، مخروطی۔

نکھری چاندنی۔ اجلی چاندنی، چاند کی صاف و شفاف روشنی۔

نگوڑا۔ کلمہ تنفر، نکما، ناکارہ، بدبخت۔

نگوڑی۔ کلمہ تنفر، نگوڑا کی تانیث، بدنصیب، کم بخت۔

نلیچھ۔ بے ہودہ، نامہذب، بے شرم، بے غیرت۔

نواڑا۔ ہوا کھانے اور دریا میں سیر کرنے کی چھوٹی کشتی یا ناؤ۔

نواس۔ محل، مکان، گھر، ٹھکانا۔

نول۔ نیا۔

نول بیاہی۔ نو بیاہتا، نئی دلہن۔

نوکیلی۔ نوک دار، نوک والی۔

نہ رہا جانا۔ ضبط نہ کرسکنا، صبر نہ ہونا، برداشت نہ ہونا۔

نہوڑانا۔ جھکانا، خم کرنا۔

نئے سر سے۔ از سر نو، نئے طریقے سے، دوبارہ۔

نیندوں سونا۔ غفلت برتنا، بہت زیادہ غافل ہونا۔

نیہ۔ لگاؤ، پیار، محبت، عشق۔

نیہ کرنا۔ محبت کرنا، پیار کرنا۔

و

واچ (واچا)۔ بات، کلام۔

واچھڑے (جی)۔ واہ واہ، کیا خوب، کیا کہنا۔

واری پھیری (پھیرے) ہونا۔ نثار ہونا، قربان ہونا، نچھاور ہونا۔

ڈوں۔ اُس طرح۔

ورے۔ ادھر، اس طرف۔

ورے رہنا۔ ادھر رہنا، خاص بات نہ ہونا، رسم کارنامہ نہ ہونا۔

ووں۔ اُسی۔

ووں۔ ایسے، اس طرح۔

وہیں، وونہی۔ اسی طرح، فوراً، بلا تاخیر۔

ہ

ہاتھ آنا۔ ملنا، میسر ہونا۔

ہاتھ جوڑنا۔ خوشامد کرنا، التجا کرنا، ادب کرنا، منت سماجت کرنا۔

ہاتھ جوڑنے کھڑے رہنا۔ دست بستہ کھڑا رہنا، حکم بجا لانے کے لیے تیار رہنا۔

ہاتھ دھونا۔ ناامید ہونا، بیزار ہونا۔

ہاتھ کی چٹھی۔ قلم سے لکھا ہوا خط۔

ہاتھ مروڑنا۔ ہاتھ موڑ دینا، ہاتھ کو بل دینا۔

ہاتھ میں نہ ہونا۔ قابو میں نہ ہونا، اختیار سے باہر ہونا۔

ہاتھوں۔ حملہ، یلغار، ظلم و بربریت۔

ہاتھ ہلانا۔ گاتے میں نرتکی بھاؤ بتانے کے لیے ہاتھوں سے اشارہ کرنا۔

ہارسنگار (سنگھار)۔ درمیانی قد کا ایک درخت اور اس کا پھول جسے پارجات کہتے ہیں۔

ہتیا۔ قتل، خون۔

ہتھ پھول۔ ایک قسم کی آتش بازی جسے ہاتھوں میں لے کر چھڑاتے ہیں۔

ہچر مچر۔ ہچکچاہٹ، جھگڑا، رکاوٹ، تذبذب۔

ہچر مچر کرنا۔ ٹال مٹول کرنا، پس و پیش کرنا، ہچکچانا۔

ہچر مچر نہ رہنا۔ پس و پیش نہ رہنا، دبدھا نہ رہنا۔

ہچکی لگنا۔ سانس کا رک رک کے نکلنا۔

ہرناکس۔ ہرنیہ کشپ شیاطین کے ایک مشہور راجا کا نام تھا جو وشنو کا دشمن اور پرہلاد کا والد تھا۔

ہری۔ وشنو کے اوتار سری کرشن۔

ہریالی۔ سبزہ زار، مرغزار۔

ہریاول۔ سرسبز و شاداب جگہ۔

ہڑبڑی۔ جلدی، بے قراری، عجلت، گھبراہٹ۔

ہک نہ دھک۔ بے سمجھے سوچے، اچانک، یکایک، دفعتہ۔

ہکا بکا۔ حیران، پریشان، بھونچکا۔

ہکا بکا کرنا۔ حیرت میں ڈالنا، حیرت زدہ کرنا، متحیر کرنا۔

ہکا بکا ہونا۔ سکتہ میں آنا، حیرت زدہ ہونا۔

مَن برسنا۔ دولت کی بارش ہونا، بے حد خوش حال ہونا۔
ہنڈولا۔ نیچے اوپر گھومنے والا ایک قسم کا جھولا جس میں کئی لوگوں کے ایک ساتھ بیٹھنے کے لیے چھوٹے چھوٹے خانے سے ہوتے ہیں۔
ہنڈول گر۔ ایک راگ کا نام جسے گاندھار سُر کا بیٹا تسلیم کیا جاتا ہے۔
ہنستا پان۔ ایک قسم کی آتش بازی جو پان سے مشابہ ہوتی ہے۔
ہنستا ستارا۔ ایک قسم کی آتش بازی۔
ہنستی سپاری۔ آتش بازی کی ایک قسم۔
ہنس کے ٹال دینا۔ زیادہ توجہ نہ دینا۔
ہنسی آجانا۔ دفعتہً ہنسنے لگنا۔
ہواؤ۔ جرأت، ہمت، حوصلہ، طاقت۔
ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ ناممکن ہے، مشکل ہے، خارج از امکان ہے۔
ہوتے ہوتے۔ رفتہ رفتہ، آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے۔
ہونٹ پڑپڑانا۔ منہ سوکھنا، خشکی سے ہونٹوں پر پپڑیاں جمنا۔
ہورے ہدے۔ ہائے رے، اوہو، ہاں ہاں، واہ واہ (کلمہ فجائیہ)۔
ہیر پھیر۔ گردش، انقلاب، زمانے کا چکر، آمد و رفت، مسافت، گھیر، گھماؤ۔
ہیر پھیر کرنا۔ تبدیل کرنا، بدلنا۔

ی

یوں ہی سی۔ برائے نام، ذرا سی، معمولی۔

JOURNAL

OF THE

ASIATIC SOCIETY.

No. II.—1855.

A Tale by Inshá Alláh Khán, *Translated by the Rev.* S. Slater, *Senior Professor of Bishop's College.*

(Concluded from vol. XXI. p. 23.)

پھر سبھنے اب رانی کیتکی کے باپ اور اور مہاراجہ جگت پرکاس
کی سہنی آنکے گھرکا گھر گروجی کے پانو پر گرا اور سب نے
سرجھکا کر کہا مہاراج یہہ اپ نے بڑا کام کیا ہم سب کو رکھہ لیا
جواج آپ آ نہ پہنچتے تو کیا رہا تھا سب نے مرمٹنے کی ٹھان لی
تھی ان پاپیوں سے کچھہ نچلیگی یہہ جان لی تھی راج پات
سب ہمارا نچھاور کرکے جسکو چاہئے دے ڈالئے ہم سب کو اتیت
بنا کے اپنے ساتھہ لیجئے راج ہمسے نہیں تھمتا سورج بھان کے
ہاتھہ سے آپ نے بچایا اب کوئی اُنکا چچا چندر بھان چڑھہ آویگا

Listen again: listen to the story of Ráni Ketakí's father, the Rájá Jagat Prokás. The whole of his family fell at the feet of the spiritual guide, and, bowing their heads, spoke thus: "Great Sir, you have done a great favour in rescuing us all. If you had not arrived this day, what fate would have awaited us! For we were all on the point of perishing outright. These wretches can now do us no harm. Devote and deliver our empire to whomever you will; and

JOURNAL

OF THE

ASIATIC SOCIETY.

No. I.—1852.

A Tale by Inshā Allah Khān. Communicated and translated by L. Clint, *Esq., Principal of La Martiniere College, Lucknow.*

The tale submitted to the Society was placed in my hands by Dr. Sprenger for publication and translation, in consequence of his not being able from want of time to perform the task himself. Before he became aware that he would not be able to fulfil his intentions, he had drawn up the following notice of the subject, which, with his permission, I introduce.

"The Biography of this poet is in Garcin de Tassy's excellent *Histoire de la Litérature Hindoustanie.* He flourished in the beginning of this century at Lucknow. Besides this tale, a masnawy, and some minor compositions, he left a dywan, which is in our library, and he is the author of a great portion of the Daryâe Laṭafat, which has lately been printed at Murshidâbâd."

"I found a copy of this Tale in the Moty Maḥall library at Lucknow and had it transcribed. Its value consists in a peculiarity of style; though pure and elegant Urdoo and fully intelligible even to the Musalmans of the Court of Dehlee or Lucknow, it does not contain one Persian word, whereas the language usually spoken by fashionable persons in these two cities is almost purely Persian. In Lucknow in particular the Hindee words are very sparingly used. This is much to be regretted, because the people of the villages and even the Hindus in the city who are neither directly nor indirectly connected with

sharp things to them, viz.: *Ketakí* having smelt the *keoṛa* has blossomed. Who cares now about these two? Then the bride smiling said from beneath her veil, Oh woman, with such beautiful *missi* spread on your teeth, I have a good mind to give you a slap and rub it off.

(In: *Journal of the Asiatic Society of Bengal* (Calcutta). No. Li new series, No. 1 (1852), pp. 1-22; No. Lxxiii, new series, vol. xxiv, No. ii (1855), pp. 79-118)

formed a canopy over the earth, came down to distribute as an offering for the newly married pair, bags and handfuls of diamonds and pearls. The flying couches still remained in. the air like a canopy. In the ceremony of going round seven times by way of offering there were so many that they were crushed together. And the female servants were dazzled at the sight. Rájá Indra at his first visit to see the bride gave her a bed made out of a single diamond, and a stool made of a topaz, and placed before the bridegroom the bough of an unknown tree which affords whatever fruit one desires to have, and the calf of the cow Kámdhen tied beneath it, and having selected out of the flying-couch-damsels twenty-one of the most beautiful maids who could sing and play, chaste, obedient, without blemish, gave them to him, and ordered them to converse with Ráni Ketakí but not with the bridegroom. "I give you warning before," said he, "otherwise you will all be changed into stone, and be punished according to your doings." And Gosain Mahandar Gur having placed twenty-one jars of what they call elixir, said "This is also a wonderful thing. When you choose you can melt a quantity of copper and convert it into gold by pouring eight barley-corns of this elixir into it." And the Jogi said to all of them, "It shall rain coins in the shape of golden locusts forty days and forty nights in the house of those who have attended without sleeping upon the marriage of these persons, and as long as they live they shall never be in want." And he gave to the Bráhmans nine lakhs and ninety-nine cows with gold and silver horns, and with jewels on their bodies, and tinkling bells on their feet. And he remitted to the people seven years' taxes; and he placed at the disposal of any who chose to take them, twenty-two hundred elephants and thirty-six hundred camels laden with silver. And there was no inhabitant of either of the two kingdoms who did not receive a horse, a suit of apparel, a bag of rupees, and a pair of bangles set with gold. Besides Madan-bán there was no one who was bold enough to go into the presence of the bride and bridegroom without being called. And without permission no one could run backwards and forwards and laugh and joke with them except Madan-bán. And she kept calling prince Uday-bhán by familiar names in order to tease Ráni Ketakí, and made sport of her in a hundred other different ways. On the night on which the bride and bridegroom went to their new home Madan-bán said a hundred

Uday-bhán sitting upon his Throne.

The bridegroom Uday-bhán seated himself on the throne, and on this side and on that Rájá Indra and the Jogi Mahandar Gur assembled with their trains. The father of the bridegroom standing behind his son with beads in his hand began to mutter something, and the dance began. In the air all the attendants of the Court of Indra who had come on the flying couches danced with expressive action, forming, as it were, a roof over the spectators' heads. The two queens, the mothers of the bride and bridegroom, embraced one another, and sat on an upper floor behind sandal wood doors to see the festivities. Masks, music, and clowns began to appear. All kinds of songs, namely, Yaman, Kalyán, Jhanjoti, Kánṭhá, Khambáj, Soni, Paraj, Bebág, Surat, Kángrá, Bhairawi, Khat, Lalit, Bhairon, taking the form peculiar to itself, began to sing exactly like human beings. Who can describe the pleasantness of that dance? In all the houses devoted to festivity, viz.: Mádho Bilás, Ras Dhám, Kishan Niwás, Machhi Bhowan, Chandar Bhowan, women, all of them with dresses covered with brocade, with fringes of real pearls attached to them, rolling about as if they were intoxicated, were kissing those who were sitting there. In the middle of these houses a saloon surrounded with mirrors was built, in the roof and door and compound of which there was nothing but glass, not even so much as a morsel of wood or putty. Having dressed the bride, Ráni Ketakí, in wedding-garments, and having seated her in this saloon, when it wanted six hours of the fourteenth night, they sent for the bridegroom. Prince Uday-bhán, in the form of Krishna, with a crown on his head, and a wreath over his face arrived with pomp and attendants, like the moon at its rising. The recitations of the Bráhmans and Pandits, the customs which obtain among kings, the going round the bride and bridegroom, and the tying of the knot, all were duly performed. "Now Uday-bhán and Ráni Ketakí have met: the flower of hope which had withered has bloomed again: when each was separate from the other they had no rest, and so they began to live with one another day and night. Oh hearer! this tying of the knot is much, what I have described is little or nothing. Oh Beneficent one, let all those who are drowning in a sea of love be saved. May my fortune change as theirs has." The damsels on the flying couches, who were dancing in the air, having

Ketakí heaving a sigh said, "True. Everything has turned out well: only I shall have nothing but jokes to endure." .

Madan-bán's devotion to Rání Ketakí, and the Rání's smelling scents, and nodding, from excess of happiness, as with sleep.

Then Madan-bán was delighted at beholding Rání Ketakí's wedding-suit, and eye-brows, and the modest appearance of her eyes, and her hair flowing over her face. Then Rání Ketakí began to smell the scents and to close her eyes like one just falling asleep. Madan-bán with the utmost devotion to her whole person began to stroke the soles of her feet. Rání Ketakí immediately smiling quietly pretended to writhe under this operation. "Oh! I see," said Madan-bán, "the rubbing of my hand pains the blister you got in searching for the deer." As she said this, Rání Ketakí gave her a pinch and said, "If a thorn has stuck in my foot and made a blister what then? What business have you to reproach me?"

An account of the beauty of Rání Ketakí.

Rání Ketakí's beauty beggars all description. It is impossible to describe the arching of her eye-brows, the modesty of her eyes, the piercing of her sharp eye-lashes, and her smile, and the colour of the dye on her teeth, and her frown when angry, and the dignity with which she scolded her servants, and her walk, and her spring like the bounding of deer.

An account of the prince's beauty.

If any one surpasses prince Uday-bhán in beauty, let him appear —the beauty of his budding youth and the gracefulness of his gait, and the luxuriance of his sprouting hair, and the rosiness of his cheeks like the shining of the sun's rays early in the morning on the bosom of spring, the dropping of beauty from his first-shooting moustache, his pride on beholding his shadow, and the reflection of his shape as bright as the sun.

forgotten us after having assumed a new dignity and stolen our understandings."

The building of *Gháts.*

They astonished all the people by building all the *gháts* of the rivers in the two kingdoms of silver bricks. All kinds of boats adorned with gold were plying hither and thither on the rivers. These were crowded with singers and dancers of all kinds, who sang and played and danced according to their own manner, and leaped and sported and stretched themselves and yawned. And there was not a single boat which was not covered with gold and silver and handsome cloth. And on many of the boats swings were placed. Female singers sitting upon these and swinging warbled their songs to the Kidára, Bagisiri, and Kánṭhá tunes; and the boats were spread over the surface of the lakes like clouds upon the face of the sky.

The arrival of Uday-bhán with the marriage preparations at the door of the Bride.

When prince Uday-bhán with all his preparations and with the bridal chaplet on his head, had arrived at the house of the bride, and when the usual customs of her family had begun to be performed, Madan-bán began to say to Rání Ketakí in joke, "You have found good fortune and have appropriated it; why then are you sitting with your head hung down. Come let us have a peep at them through the windows." Rání Ketakí said, "Do not say such shameless words to me. Why should we rise in so great a crowd as at present is assembled, and, with oil scented with flowers sprinkled over us, stand up to peep at them?" Madan-bán interpreting these angry words as only an attempt to deceive, recited the following in her own language, "Bravo, you are trying to come it strong. That deer for whom you were searching from forest to forest, is standing before you as a bridegroom in the intoxication of youth. What do you mean by saying you will not go to see him? All both great and small are desirous of peeping at him. There is a saying, ' The heart says, Yes, the tongue says, No.' But I am determined to take you to him." Ráni

Preparations of Gosain Mahandar Gur.

When the prince Uday-bhán set out to be married in this manner and also took with him the Bráhman who had been shut up in a dark room and asked his forgiveness and said, "Oh Bráhman, do not deal with me according to what I have said and done to you, but perform all your customary rites," he then accompanied Uday-bhán on a flying couch in order to perform the rites. Rájá Indra and Gosain Mahandar Gur proceeded with their train seated on the elephant Irápat rocking as they went and looking at every thing. King Súraj-bhán walked along-side the horse of the bridegroom counting his beads. Meanwhile a rumbling noise was heard: all were astonished: on hearing this the ninety lakhs of jogis, all of them being prepared with numerous pearl-necklaces on their necks and with their breasts similarly adorned, sitting upon the skins of deer and tigers, rejoiced with five-fold joy. All the princesses who attended queen Lachmí Bás in litters and chariots were laughing for joy. Meanwhile there appeared, here the mimes of the Bhartari actors, there Jogi Joypál, and there Mahádev and Párvati. Here Gorakh appeared, and there Muchandar Náth fled. Krishná also appeared under the form of a fish, a tortoise, and a stag. Here Parsirám, Báwanrup, Harnákis and Narsingh, there Rám, Lachman, and Sítá appeared. Here Rávan and the whole battle in Lanká, there the eighth-day festival after the birth of Kanhya, and his carrying Páras Deo to Grokal and his growing up with all these wonders attending his history, and his feeding the cows, and his playing the pipe, and his sporting with the milk-maids, and his being devoted to the Hunch-back, and the forest of Kurail and the fig tree and the *ghât* where the Gopis undressed. There Bindraban, Sewáganj, Barsána appeared. And the whole history of Kanhya appeared, just as it had happened before their eyes. And the agitation of the sixteen hundred Gopis appeared before them. And the Gopi who, seizing the hand of Udho, caused all the Gopis to weep while she stooped to the ground and thus opened her heart: "When Kán, having left the bushes of the forest of Kurail came to dwell in Hardwar and built a house of *Magdhút* in order to be called a king of kings, having left his cap of peacock feathers and his blanket, has now entered into some new relationship with us, and has

kingdom to that; and let there not be a spot of land on which there is no assembly of men, and rejoicing. And let many flowers be so scattered every where that even the rivers may appear to be rivers of flowers. And on the road by which the bridegroom will come, let screens made with mica and coloured paper be set up covered with rubies, diamonds and topazes, and let them be like beds of flowers for the bridegroom to walk between, and let as moors or mountains or valleys appear, whose bosoms are not covered with feathers and flowers.

King Indra makes preparations for the marriage of Uday-bhán.

King Indra said, "Order those cunning women who are flying aloft in stately array to ornament themselves and make a covering from this kingdom to that out of their wondrous flying couches, and let them fly in such a way that the couches may appear like flower-beds, extending a hundred cos. And on this side and on that, let them play on the drum, guitar, musical glasses, Jew's harp, tinkling bells, kettle-drum, cymbals, and hundreds of other extraordinary instruments. And between these flower-beds, let there appear the glittering of a multitude of lanterns and chandeliers ornamented with diamonds and topazes and pearls suspended in the air: and from those lanterns let all kinds of fire-works be let off so that the doors of the hearts of the spectators may be opened, and that the laughing betel-nut and the talking betel-chips covered with gold leaf may be thrown out of the leaping and bursting squibs. And when you all laugh, let the strings of pearls fall from your mouths along with your laughter, that all picking them up may be glad. Sing songs of praise to the fiddle in the manner of *dómnís*. Throw up both hands and make your fingers dance: shew them such a sport as no body has ever heard of before. Wag your cheeks and wrinkle the nose and eye-brows and set the tune. Let no one break the ranks; and accomplish in one moment a journey of lakhs of years." What king Indra had commanded began to take effect in the twinkling of an eye, and whatsoever those two Mahárájas on their respective sides ordered, was speedily accomplished. You may imagine, if you can, what more preparations were made for this marriage, after such preparations both in the earth and the air as I have described.

Thereupon king Indra said, "Having recited over these deer, the words of my power and the Guru's piety with the mantra *Isrí Báchá* sprinkle each of them with water." What sort of water could that have been! As soon as it was sprinkled prince Uday-bhán and his father and mother, all three, leaving the form of deer returned to their former shape! Gosain Mahandar Gur and king Indra embraced all three, and seated them near themselves with great tenderness, and giving to their people the jar of water which they had used sent it as a present to those who were unfortunate. When the people of king Indra recited the mantra *Isrí Báchá* and sprinkled the water, all who were dead and in their graves rose again, and all who, though half dead, had escaped their final destiny were restored by it.

King Indra and Mahandar Gur having taken prince Uday-bhán and king Súraj-bhán and queen Lachmí Bás on a flying couch with great noise and pomp, seated them on their throne, and began to make preparations for the marriage. Diamonds weighing five seers, and pearls, were presented to all of them. King Súraj-bhán and prince Uday-bhán and queen Lachmí Bás having obtained their heart's desire and hope could not contain themselves for joy, and the king ordered his servants to open the mouth of the treasure-house for his whole kingdom, and also that any one who might think of any new means of giving enjoyment to them should mention it—"What day will be like to-day. The marriage of our dear and only son who is the delight of the pupils of our eyes is to take place; and all we three are restored to our shapes and our kingdom. This is the first thing we must do: to all those who have unmarried daughters let enough be given for arraying their daughters with ornaments and getting them married; and let them eat, drink, cook, and dress their food from our palace as long as they live. And let the daughters of all the land be never deprived of their husbands, and let them not wear any but red-dyed clothes, and let doors of gold and silver, like the mixing of Gangá and Jamná, be set up in the houses; and on the roofs of the houses let *tíkas* of saffron and the sandal wood be applied, and let models of all the hills in our country be made of gold and silver and set up opposite one another, and let the locks of the ugly shrews who are too surly to ask, be filled with rows of pearls, and let the thickets and hills be covered with flowers and festive wreaths, and let these wreaths be suspended so as to serve for a covering from this

from the summit to the roof, on all the leaves of all the brambles they stuck gold and silver foil with gum. And the king ordered that no one should by any means go out to walk without a red turban and a red dress : and that all the singers and dancers and actors and mimics, musicians and those who dance the sangit, wherever they were, should leave their abodes, and having spread comfortable beds, should continue singing, playing, dancing, shouting, and leaping.

Gosain Mahandar Gur seeks prince Uday-bhán and his father and mother—does not find them, and is greatly distressed—king Indra having read his letter, comes to him.

Let us break off here the story of these amusements. Now listen to what is to come. The Jogi Mahandar Gur and his ninety lakhs of disciples marched throughout the whole forest, but nowhere could any traces of Uday-bhán and his father and mother be found. Then he wrote and sent a letter to king Indra. The letter ran thus: "I am now seeking those three persons whom I changed into deer, but cannot find them anywhere, and I have exhausted all my powers. The word has gone out of my mouth that Uday-bhán is my son and I am his father. In his father-in-law's house preparations are made for his marriage. I have now fallen into a great difficulty. Do what you can for me." King Indra came with all (the attendants of) his throne to see the Guru Mahandar and said, "He is my son, as also he is thine. I will put myself in conjunction with you and all the inhabitants of Indra to get Uday-bhán married," Gosain Mahandar Gur said to king Indra "What thou sayest I also say; but do thou shew me some means of finding Uday-bhán." King Indra said, "We will take all the singing men and singing women and traverse all the forests. Somewhere or other we shall find him." The Guru Jí said, "Well."

The deer forget the sport peculiar to themselves:
The wonderful transformation into the shape of deer ceases,
And prince Uday-bhan and his father
And mother are restored to their former shapes.

One night king Indra and Gosain Mahandar Gur sitting in the clear moonlight were listening to songs. Thousands of deer stood by with their heads bent in attention to their singing, deeply fascinated.

The Mahárája and the Mahárání and the Gosain Mahandar Gur go to fetch Ráni Ketakí.

Then the Mahárája and Mahandar Gur Gosain and the Mahárání along with Madan-bán arrived at the place where Ráni Ketakí was seated in profound silence. The Guru Jí taking Ráni Ketakí in his arms, made her an offering to prince Uday-bhán and said to her, "Go you home direct with your parents. I am coming immediately with my son, prince Uday-bhán." As to Guru Jí Gosain, on whom be blessings, he indeed goes as he had said. What happened afterwards shall be related; as here you have to consider only the pomp and display. Mahárája Jagat Prokás ordered it to be proclaimed throughout his country that great troubles awaited those who were disobedient. In every village at the very entrance they were to build a new three arched house, to cover it with red cloth,—and to sew upon the cloth embroidered fringes, small bells, lace, and tinsel. And on all the banyans and pipal trees, whether young or old, wherever there are trees, they were ordered to hang garlands covered with flowers made of lace, so that their brightness and quivering motion might extend from the summit to the root. "The young plants have painted themselves and are clad in red garments. The branches have put on ornaments on their hundred feet. The twigs have arrayed themselves in jewelled fruits and flowers, some with many, and some with few." All the fruits and leaves that were in verdure and greenness adorned their hands all over with the beautiful dye of the myrtle: and wherever the newly married brides had put on bracelets of small pods and the favourite wives bracelets of new buds, all of them filled their bosoms with the flowers of favour and love. And three years' taxes were remitted throughout the whole of the kingdom to all the people in whatever way it could be done, whether on the fields and gardens, or on the ploughing, or on the selling of cloth and. rags; and it was ordered that all should make preparations in their houses to celebrate the wedding. And into all the wells of the whole kingdom were poured the contents of the sugar factories. And in all the forests and mountains and hillocks the glittering of lanterns was seen all night long. And in all the lakes, the bastard saffron, blossoms of the palás tree, and flowers of the weeping Nyctanthes were lying. And a little saffron also was mixed with the water, and

Madan-bán returns to the Mahárája and the Mahárání and tells them the pleasing news.

Madan-bán leaving Rání Ketakí alone presented herself in great haste before Rájá Jagat Prokás and Rání Kámlatá on the mountain where they had taken up their abode; and having made the proper salutation thus addressed them: "Come, enter on the duties of your kingdom, your home is again peopled, and happy days have come. Not a hair of Rání Ketakí's head is disordered; I have brought you a letter written by her own hand. Read it and do whatever you may desire." The Mahárája having plucked off a hair from the tiger's skin put it in the fire; immediately Gosain Mahandar Gur arrived, and saw with his own eyes the newly made Jogi and Jogin. He embraced them all and said, "I committed the tiger's skin to you on purpose that you might set fire to one of the hairs when any thing particular happened to you. But in this your present condition what have you been doing? Have you been sleeping all this time? As for that playful damsel you might have shewn her whatever amusements she desired, and if she wished to dance you might have indulged her. But why give the ashes to a girl? As I changed into deer Uday-bhán and his father Súraj-bhán and his mother Lachmí Bás, it would have been no great difficulty to restore all three to the former shape. Well, let by-gones be by-gones. Now rise up, enjoy your kingdom, and make preparations for the marriage. Do you now call your daughter to you. I have adopted prince Uday-bhán for my son, and I am about to get him married." As soon as the Mahárája heard this, he returned to his kingdom and seated himself on the throne. He then immediately issued a proclamation that the people should cover every story of their houses and the roofs with gold lace, and should bind on the bushes and hills gold and silver garlands, and should weave strings of pearls in the trees; and "give this order," said he, "that I shall be displeased with whatever family does not keep up the dancing for forty days and forty nights, and shall know that that house is not my friend in the various fortunes that befal me." For six months the kingdom remained in this state of whirl and excitement, no one who could walk ever standing still, but keeping on the move day and night. Everywhere this was the order of the day.

into the fire-place. The Guru has utterly desolated both kingdoms. Prince Uday-bhán and his father and mother are, on the one hand, quite ruined; and, on the other, Jagat Prokás and Kámlatá are destroyed. Had it not been for the ashes, how could this have happened?" Madan-bán went forth in search of them. Having applied the collyrium, she wandered about crying 'Ráni Ketakí, Ráni Ketakí.' Many days subsequently Ráni Ketakí happened to be exclaiming, among a flock of deer, 'Uday-bhán, Uday-bhán.' Each recognised the other, and cried out to her to wash her eyes. They met and sat down near a pool. Embracing each other they bemoaned, so that their sobs resounded among the mountains. Their sighing filled the woods, and their sobbing was heard on the mountains. Finding a pleasant shade they sat down in it, and began to recount their adventures.

Ráni Ketakí's conversation with Madan-bán.

Ráni Ketakí related all that had befallen her, and Madan-bán reiterated her former complaints, and told her in full how her parents had on her account become devotees and had gone into seclusion. When she had told all she began to laugh. Ráni Ketakí was angry at her laughing and replied, "I am not dissuaded by your laughing; let any one laugh that will. My motto is that I am caught, that I am caught. Now, indeed, have all sorts of misfortunes overtaken me, Why seek for the thorn in my foot; it has entered into my soul." Madan-bán wiped away Ráni Ketakí's tears, and said, "If you will stop at any place, I will privately bring your disconsolate parents to you, and through them will bring this affair to a termination, The ascetic Mahandar Gur, whose doing all this is, is under their authority. If what I say meets your approval, the days that are past may come again; but you do not approve it. But why am I chattering? I will undertake for you." After the lapse of many days Ráni Ketakí gave her consent, and sent Madan-bán to her parents, despatching by her hands this note which she wrote: "If you can do anything, arrange with the Jogí and come."

answer you then returned? Now that the prince Uday-bhán and his parents have all three become deer of the forest, how is one to know where they are? Thus to persist in thinking of him, in a style unprecedented in your whole family, is unbecoming. Abandon this intention. Otherwise you will rue it, and will suffer the consequences of what you do. I can be of no assistance. Any good resolution of yours should never pass my lips while I lived; but this affair I cannot conceal. You are still inexperienced; you have seen nothing. If I shall perceive that you are really fixed in your determination, I shall inform your parents of it, and shall have those ashes, which that cursed wretched goblin, son of a dolt, the ascetic, gave, taken away from you." Rání Ketakí, on hearing this incivility of Madan-bán put her off with a laugh, saying, "Every one whose heart is not his own, has myriads of such vain thoughts as mine; but there is a wide difference between saying and doing. Well, it would be an impropriety in me to abandon these dominions and my modesty, and wander about running and leaping after deer. And you are a great simpleton to have thought me in earnest, and to have begun a quarrel with me on this account."

Rání Ketakí applies the ashes to her eyes, and escapes from the house. Great and small are all in consternation.

Ten or fifteen days afterwards, one night Rání Ketakí, without conferring with Madan-bán, applied the ashes to her eyes and left the house. The state of her parents beggars description. All made up their minds that their spiritual guide must, for some cause, have summoned Rání Ketakí to him. The Rájá Jagat Prokás and the Rání Kámlatá, quitting, on account of this desertion, their kingdom and all else, repaired to the summit of a mountain, having left one of their subjects in charge of the government. After an interval of many days the Rání addressed the Rájá Jagat Prokás in these words: "Madan-bán will know whatever is to be known of Rání Ketakí's secret. Send for her and make enquiry." The king called and questioned her. Madan-bán revealed the whole affair. "Madan-bán," said Rání Ketakí's parents, "if you were only with her, we should have some consolation. If now she sends for you, do not refuse: go and join her. Keep by you all the ashes that are left. Why should we throw them

not heed." "What are ashes?" said the Rájá. "She is dearer than my very life. What is one life, if she may be amused for an hour? If I had a myriad of lives, they should be devoted to her.' So he gave Ráni Ketakí a little of the ashes out of the box. Several days she continued playing at blindman's-buff with her attendants, in presence of her mother and father, and diverted them all. Of the hundreds of trâys of pearls which she bestowed, what shall I say, but that they were a trifle to her? Yet I could not speak accurately of them in myriads of volumes.

Ráni Ketakí is disquieted for love, and Madan-bán refuses to attend her.

One night, Ráni Ketakí, while reflecting in those matters, thus addressed Madan-bán, "Now will I, unfortunate, bid adieu to modesty. Do thou second me." "How can this be ?" said Madan-bán. Ráni Ketakí informed her that she had procured the ashes, and added "In anticipation of this day did I make a pretext of playing blindman's-buff." "My heart is all of a flutter," said Madan-bán. "It may be that you may make a collyrium for your eyes of these ashes, and that you may apply it to mine also; and that no one shall see us, and that we shall see everything. But how can we be so infatuated as forgetting our beauty to wander in the woods and swing with our hands on the horns of deer? And where is he for whom all this is to be done? And if he were to be found, how will he know that this is Ráni Ketakí, and that this is Madan-bán, her wretched, scratched, torn, and wounded companion? A curse on this love, for abandoning the kingdom of your parents, and pleasure, and sleep, shame, we are called to wander on the banks of streams! It would be unseemly too. If he were in his own form, there would be some little hope of finding him. But as it is, I cannot undertake knowingly to render desolate the house of the Rájá Jagat Prokás and the Ráni Kámlatá, and to deceive and lead away their only darling daughter; and to cause her to wander here and there, and to make her subsist upon the leaves of the forest; and to reduce her to misery. This mad course did not occur to you on that day when war was raging between your parents and his. By the hand of the gardener's wife he wrote to you to beg that you would flee away with him. Have you forgotten what

own. Again does all this present itself to my eyes, and still is my heart as then it was. How shall I forget him, and what shall I do? And how long am I to fear my mother and my father? Just now, O Madan-bán, I have heard that Uday-bháṇ has been turned into a deer. Now will he be eating the green green grass. Thou, too, sunk in grief, dost pity me. I have been fascinated; so give me not those fresh flowers to smell. Take them away; for my liver is rent into a hundred pieces. Collect not my life now dispersed, but bring me a bundle of grass. I would see its verdure. And what else now can I say to thee? My eyes start like a deer's, and the lashes of my eyes are dishevelled like the grass of the forest. When any look at me, they moisten, and are suffused with the dew of tears. Since my state has become as now, I have lost all my lustre.'

In this style, when Rání Ketakí was alone, did she string the pearls of verse before Madan-bán.

Rání Ketakí begs some ashes from her mother, Rání Kámlatá, in order that she may play at blindman's-buff; and is displeased at being refused. Rájá Jagat Prokás sends for her, and talks affectionately with her, and gives her some of the ashes.

One night Rání Ketakí, wheedling her mother, Rání Kámlatá, spoke and requested as follows: "Where have you placed the ashes which the Guru Gosain Mahandar Gur gave to my father? And what are they for?" Her mother replied: "Tell me, I beseech you, why you ask this." Rání Ketakí rejoined: "I want it to play at blindman's buff with. When I play with my attendants, and I am thief, then no one will be able to catch me." The Rání replied: "This is not a thing to play with. Such charms as these are kept for aid in an evil day. Who can know at what time evil will come."

Rání Ketakí, greatly vexed at her mother on this account, arose and departed, and ate nothing the whole day. When the Rájá sent for her, she said that she had no appetite. "And have you heard what is the matter?" cried Rání Kámlatá, "Your daughter has been asking for the ashes which the Guru gave us, to play at blindman's buff with. I refused to give it, and told her that it was not a thing to be played with, but that the Guru had given it against evil days. At this she became displeased with me. I amused and coaxed her, but she would

kingdom! Why should I trouble you so much?" On hearing this, the Jogi Mahandar Gur replied: "You are my sons and daughters; be comforted, be tranquil and at your ease. Who now is such that he dare scowl upon you with enmity? I have given you this tiger-skin and these ashes. If any such difficulty befal you, pluck a hair from the skin, and light it in the fire. The hair will not have been consumed before I shall hasten to you, As for the ashes, they are for this purpose, that whoever desires, may, by using them as a collyrium, see everything without being seen himself, and he can do whatever he pleases."

The Guru's going to the Rájá's habitation.

Revere the feet of guru Mahandar Gur, and give praise to the Mahárajá, for from him nothing is hidden.

Raja Jagat Prokás, waving over the Guru a fan of peacock's feathers, conducted him to his queens, who filled their laps with flowers of gold and silver and offered them to him, and prostrated themselves before him. He patted them on the back, Rání Ketakí also prostrated herself before him, but in her heart bitterly reviled him. The Guru, after remaining there seven days and nights, and enthroning the Rájá Jagat Prokás, having mounted his tiger-skin in the same manner as he came, hastened back to Mount Koilas, and the Rájá began to rule as before.

Ráni Ketakí, as described in couplets of her native tongue, laments before Madan-bán, and, at the thought of what has passed, gives up all hope of life.

Great was the agitation of the Rání and she took no note of evil or of good. Mutely she sighed, and wished not for life. But ever and again she exclaimed, 'O Madan-bán, alas! day and night am I absorbed in these thoughts. Thirst I feel not, nay, nor hunger; still do I see those green green trees. Tell that the dread of an unexpected calamity has befallen me; tell that love has here taken up its abode. Among the mango-trees did he alight, and the night wind was soughing; stealthily did I arise and approach him, and thou didst apprise him of my passion. I took off his ring, and I gave him my

hands of a flying messenger, Jogi Mohandar Gar raised a scream, which made his army tremble.

Having smeared his face with the ashes of cow-dung and muttered a spell, he mounted a horse of the air. And all his disciples being seated on the skins of antelopes, and having taken the charmed balls in their mouths, awoke Gúrakh by their shouting In the twinkling of an eye, they arrived at the place where the two Rájahs were contending.

First, there came a dark storm, then a fall of hail, then again, a dark storm, so that no one retained his consciousness. As to the elephants, the horses, the people, the armament, which were of Rájah Surajbhán, it was not understood where they had gone, or who had carried them off. But upon the people of Rájah Jagat Prokás and of Rání Ketkí it rained perfume in fine drops.

When all this was over, the Gurú said to his disciples, "Change these three, Udebhán, Surajbhán and Lutchmibás into deer, and let them loose in some forest; their companions, tear in pieces. As the Gurú said, it was forthwith done. The Kunwar and his father and mother, having become deer, remained picking up the greenest grass for many years. And of their armament no abiding place, or hope remained; no account of where they had gone, or where they were staying.

Here let this part of the narration be suspended awhile.

Translation by Rev. S. Slater, Senior Professor of Bishop's College.

Listen again: listen to the story of Rání Ketakí's father, the Rájá Jaggat Prokás. The whole of his family fell at the feet of the spiritual guide, and, bowing their heads, spoke thus: "Great Sir, you have done a great favour in rescuing us all. If you had not arrived this day, what fate would have awaited us! For we were all on the point of perishing outright. These wretches can now do us no harm. Devote and deliver our empire to whomever you will; and receive us as your devoted servants and take us with you. We cannot support the kingdom by ourselves. You have saved us from the hand of Súrajbhán. If once his uncle Chandarbán shall make an assault on us, how will escape be possible? It cannot be through my power. A curse, too, on such a

contrary to the duties of son and daughter. I love you better than life. Of what consequence is one life, if a myriad of lives be lost? But to fly would in my eyes be unseemly."

When the Kunwar received this letter written in betel-juice, he made a sacrifice of a gold dish filled with abundance of pearls, diamonds and topazes, and left it at discretion. But his uneasiness increased with this letter four and five fold. The letter itself, he bound on his fair arm.

The coming of Jogi Mohandar Gar from Mount Kailás, and his turning into deer Udebhán and his father and mother.

Jagat Prokás thus wrote to his Gurú who lived on Mount Kailás: "Be pleased to help me. A great hardship has befallen my unfortunate self. Such conceit has taken possession of Rájáh Surajbhán that he has planned an alliance with my royal family."

Mount Kailás is entirely composed of silver. On it, Rájah Juggat Prokás's Gúru, Moḥandar Gar, whom all call Indar, in reflection and contemplation, with some ninety lakhs of pilgrims spent the day and night In the worship of his God. Silver and gold he made out of tin and copper, and on putting a certain concocted ball into his mouth was able to fly in the air. If you have patience, I will tell of other things relating to him, which are beyond comprehension. He could rain down gold and silver, and transform every object as he wished. Before him every thing was as play; and in performing on the pipe and in singing, all, save Mahádeo, confessed their inferiority to him. Sursi also whom they call Pandoo, had learned the notes from him. In his presence, the six Modes and their thirty-six wives assuming the appearance of slaves, stood reverentially day and night. The names of the Atyts or disciples were Bhyrongar, Bhibhásgar, Hindolgar, Mekhnáth, Kedárnáth, Dipak Dás, Joti Sarup Dás, Sárung Rúp: and the female disciples were named after this fashion; Gújrí, Asáwari, Gauri, Málszé, Biláwal, When he chose, he was wafted in the space between heaven and earth, seated on his throne, and ninety lakhs of the *fakeers*, who were his disciples, each putting a prepared ball in his mouth, wearing raiment of the colour of ochre, with matted dishevelled locks, accompanied him.

When the letter of Rájah Jaggat Prokás was delivered by the

your father-in-law, who will no doubt bring the proposal to a successful issue."

A great difficulty befel the bráhman who, having seen an auspicious hour, had gone thither in great haste. On hearing his business the father of Ráni Ketkí said: "There can be no alliance between them and us. His ancestors in presence of my own always spoke with hands joined in reverence; if for an instant they saw a frown, they trembled. What if they have waxed great, and are exalted? He to whose forehead, I apply the *tika* even with my left thumb, becomes a rájá of rájás. Who shall dare to make such a proposal to me?"

The bráhman highly incensed said he also thought of this, and said in a large assembly, "In me and in him there is, I may say, no alloy, subtracting from perfect purity; but I cannot prevail over the waywardness of the Kunwar. Otherwise, so mean a proposal would never have proceeded from me." On hearing this, the Mahárája threw his staff adorned with flowers on the head of the bráhman, and said, "If I were not afraid of the consequences of the murder of a bráhman, I would forthwith put you under a millstone. Take him away and confine him in a dark cell." On hearing of all that had befallen the bráhman, the parents of Udebhán resolved on war, and his father equipping himself advanced like a gathering of clouds.

When the war between the two Rájás commenced, Ráni Ketkí began to weep like the rains of July and August, and the same thought entered the minds of both: "What an attachment this is, that causes the shedding of blood, and the heart to long for good tidings, and to long in vain."

The Kunwar secretly despatched the following letter: "My heart is now breaking. Let the Rájás fight against one another. Do you, by whatever means it can be effected, call me to your side. United, we will go to some other country. What is to happen, let it happen." A *máli*'s wife, who was called Phúlkali, took the Kunwar's letter, concealed in the leaves of a flower, to the Ráni. Ketkí rubbed her eyes with that letter and gave her a large dish filled with pearls. Upon the back of the letter, she wrote in the juice of the betel, "O Master of my heart! If you cut me in pieces and throw my flesh to the kites and crows, even then there will be ease in my eyes and gladness in my heart. But this flight, which you speak of, is not good. It would be

"What misfortune has befallen you, that you are always lying down and weeping? Give the royal dignity to whomsoever you please: only say, what you want. Why do you take no interest in any thing? What is there that cannot be effected? Speak out, open your heart to me: what you hesitate to say, send to me in writing. Whatever you write shall be immediately fulfilled to the letter. If you say, 'Cast yourselves into a well,' we will both do so: if you say, 'Cut your head off,' we forthwith will do it." Ude-bhán, who hitherto spoke not at all, having the prospect of writing opened to him, said this much: "Good: be pleased to take your departure. I consent to your proposal of writing. But in no way speak before me of what I shall write about: else, I shall be ashamed. On this account I said nothing in your presence." He wrote as follows: "Now that my life is ready to depart, and as I must speak out, and that you have examined and proved me in a hundred ways, without shame, with reverence, without disguise, and with entreaty, sorrow and deprecation, I thus write. In this world, no one is secure from the attacks of love. Indeed, who is there without sorrow? That day that I went to look at the verdure of the fields, when there a deer with ears erect held on before me, and I pursued at full gallop. As long as there was light I continued the chase at full speed. When after the setting of the sun, darkness appeared, my heart was oppressed. Seeing some tamarind trees, I went under them. The leaves of those trees captivated my heart. The diversion going on there was that of swings, in which some females were engaged. The leader of them all was a certain Rání Ketkí, the daughter of Mahárája Jagprokás. She gave me this, her own ring, and took mine, and also entered into a contract in writing. Thus do this ring and her contract and mine come before you. Please to look at them, and do that by which your son's life may be preserved."

The Mahárája and Rání upon the arrival of their son's letter, wrote as follows: "We have both, out of regard, rubbed that ring and that contract with our eyes. Grieve no more. If the parents of Rání Ketki listen to your suit, they will be our child's father and mother-in-law, and the two rules will become one. And if there should be any denial, then as far as it can be effected by the force of our arms, we will bring you and your bride together. From this day, grieve no more, play, divert and enjoy yourself. Having considered the divisions of time that will be fortunate, we will send a bráhman to the house of

The story of the Ráni was as follows: "She is the daughter of Rájá Jagprokás and Ráni Kámlathá. A month before, her father and mother said to her 'Go and divert yourself by swinging in the grove of tamarinds.' This day that she has become acquainted with you, the time is up. The addresses of many Rájahs' heirs have been tendered, but none of them have proved acceptable. What a destiny is yours! That in the greatest secrecy she has come to see you, taking with her me, the familiar friend of her childhood. Do you now tell your history, what country you come from, and who you are."

He said, "My father is Rájá Surajbhán, and my mother Ráni Latchmibás. Whatever alliance may be entered into by us will be no wonderful or extraordinary matter. It is in the usual course of things from time immemorial. It's as broad as it's long: are not matches sought out? The affair so much desired by the two Rájás has befallen favourably. It was but the union of our hearts that was wanting."

Madanbán then said: "The thing is done: make an exchange of rings, and let there be a written contract between yon : then no ground for doubt will remain." The Kunwár put his ring on the finger of the Ráni, and she put hers on his, and gave him a little pinch. On this, Madanbán interposed, saying, "Of a truth, this has gone too far: to go so fast is not good: my life is in danger. You must now get up, and leave this man to sleep, or if he like it, to weep." When the affair was consummated, at the last watch of the night, the Ráni taking her attendants went to the place from which she came.

Kunwar Ude-bhan also mounting his horse and joining his retinue, went home. How shall I describe the state of the Kunwar? Words are inadequate. He neither ate, nor drank; he held intercourse with no one; he neither spoke nor listened, remained immersed in the subject of his thoughts, whatever that was. By degrees, reports of this began to spread among the people. One and another said to his father and mother: "There is some secret grief preying on his mind. That Udebhán, who is the light of your house, now knits his brows, and looks discomposed. He never sets his foot out of doors. If the females of the house try to divert him in any way, he does nothing but heave a deep sigh; and if any one tease him much, he goes within the curtains of his bed, hides his face, and sheds floods of tears." On hearing this, his father and mother came running up to him and embraced him, kissed him, fell at his feet, and besought him, saying,

face may be turned. I have nothing to do with any one. Having, in pursuit of a deer, left all my people, I had set off at full speed. As long as there was light, I was intent on the chase. When darkness overspread the earth, and my mind was greatly bewildered, I came here seeking the shelter of these trees. There was no let or hinderance, that I should conceive an unfavourable issue, and pause. Without restraint, out of breath, I came hither. How did I know that these high-born damsels were swinging themselves? But it was thus predestined. For years will I stay here, and play at swinging."

Having heard these words, the wearer of the red suit, whom all the rest obeyed, said, "Pray, Sir, don't jest with us. Tell this man that he may lie down wherever he likes, and whatever meat, or drink he requires, furnish him with. No one has yet killed a guest. The look of him, his reddened cheeks, his parched lips, his panting horse, and his own confusion and trembling and deep sighs, with his falling down motionless, prove him to be sincere. Could any false pretence escape detection? But as some sort of screen between him and me, hang up some clothes." Having obtained so much protection, Ude-bhán made his bed in the most distant nook formed of five or six saplings. Having made his hand a pillow, he was wishing to go to sleep. But did ever sleep come in connexion with the wish felt? As he lay discoursing with his own thoughts, what should happen but the night began to whisper and his companions all remained asleep.

Rání Ketkí, waking her maid Madanbán, thus spoke: "Do you hear? come hither, and tell me if you have heard any thing. My heart is suddenly fixed on this man and cannot forbear. You know all my secrets; now, happen what may, whether my head remain on my shoulders or not, I will go to him. Do you go with me, but I entreat of you to let no one know it. His Maker and mine have united him to me as a husband. I accepted him from the time we met in the tamarind grove."

Ketkí, taking the hand of Madanbán, went to the place where the Kunwár was lying down, thinking and talking to himself. Madanbán, going before her, began to speak, as follows : " Supposing you to be alone, the Rání has come herself." Ude-bhán hearing this, arose and sat up, saying: "Why not? This is a meeting of hearts." The Kunwár and the Rání both remained silent, but Madanbán amused them. By degrees, they all three disclosed their history.

The Development of the Tale, and Embellishment of the Diction.

In a certain country in the house of a Rájá was a son. Him his father and mother and all the people called Kunwár Ude-bhán. Truly, in the splendour of his beauty, a beam of the sun had been blended. His goodness and worth were such as cannot be described by tongue or pen. Being between his fifteenth and sixteenth years the down on his cheek began to sprout. He began to strut and give himself airs, and pay no respect to any one. Further, serious consideration on any subject found no entrance or abiding place in his mind and the breadth of the stream of friendship was not seen by him. One day having mounted his horse to see the country, he went away pranking, seeing, and looking about him, in company with other boys. His heart beat when he saw a deer before him. In pursuit of that deer he put his horse to a gallop, leaving them all behind. What horse could come up with him? When the sun set, and the deer was no longer to be seen, the Kunwár hungry, thirsty, yawning, gaping, distracted, began to seek some shelter. In the meanwhile some tamarind trees met his eyes. Having set off towards them, what a sight he saw ! Forty or fifty girls, one more beautiful than another, playing at swings and singing *Sáwun.* When they saw him, "Who are you?" "Who are you?" they began to bawl out.

"A day-light thief he is," said one;
"A cunning fellow," quoth another.

Of that one, who was engaged at play and who wore a suit of red clothes, whom all called Rání Ketkí, the love of him made a resting place in the heart. But conversation she resolutely forbade, saying, "How can such an intercourse be called proper. When you dropped upon us all at once, you knew that some women were playing at their games. Now, Sir, do you, who have in this sort so boldly come hither, withdraw into some retirement." Then he, having felt the stroke of pain, said, "Do not look unkindly upon me. Wearied with the labours of the day, I will lie down, making the covering of a tree a defence against the dew; early in the morning before the mist has passed away, I will go in whatever direction my

resolution, my heart expanded like a rose bud. Of course, no foreign words or barbarous expressions were to appear in it. Of those who heard my intention, one, a great wiseacre, an old curmudgeon, quarrelsome withal, and possessed of stentorian lungs, was determined to oppose the plan and introduced his nonsense by making faces, shaking his head, turning up his nose, lifting his eyebrows and turning away his eyes. He said, "It does not appear how this can be; that the Hindoowy quality of the style should not appear and the Bhakha not slip in: that the style common amongst the first sort of people, the super-excellent, should remain as it always was, and that neither of these should be reflected in it. This is impossible."

The difficulties he made were an offence to me, and I became angry, and said; "What I said was not so wonderful as to make a grain of mustard seed appear a mountain, and mixing truth with falsehood to be obliged to convince and persuade my hearer by the aid of pantomime, and construct entangled and unconnected sentences without measure or moderation. How should my lips make the promise of a thing which I am unable to perform? In what way soever it is effected an end is put to this dispute."

The narrator of this story here declares himself, and to that degree in which some people proclaim him in the way of praise, speaks conformably. Passing the right hand over the face in consideration, I explain myself. Whatever my Benefactor willed, I shall essay, and leaping, jumping, running, striving, will shew my skill. Seeing which, the steed of your fancy, which is faster than lightning even, and in his bound like the deer, will be lost in amazement!

Mounting my horse, I come,
The skill: I have, I shew it all.

Do you turn your ear to me and giving me a little of your attention, see what a display I make, and what sort of flowers I disclose from the petals of my lips.

In the name of GOD the most merciful and clement.

Having bowed the head, I rub my face in the dust before that Maker by whom we all were made, and by whom in an instant were revealed all those things of which the secret had been penetrated by none.

The breath that comes and goes, if the thought did not turn on him, would be a noose for our necks. How shall this puppet, that holds in remembrance the Being that disposes it, fall into any difficulty? And how shall gall and bitterness be met with? Taste the sweetness of that fruit as former generations have tasted of excellence from their elders. To see, He gave the eye; for hearing, the ear; the nose also he made prominent amongst all the features ; and to our forms, granted a soul. To a vessel of clay, how is it possible to declare the skill of its Maker? The truth is, how can the created praise his Creator, and what shall he say? Let him thus vainly talk, who will; not I. If as many hairs as there are from head to foot were all to speak in praise, and remain in that case as many years as there are sands in all the rivers, and blossoms and pods in the fields, even then the task could not be fulfilled.

With this bowing of the head day and night I repeat prayers in my heart to that Friend of God, far advanced in favour, on whose account it was said, "If Thou hadst not been, I would have created nothing." And of his cousin Ali, whose marriage was contracted in his family, the remembrance has always been with me. I waxed great exceedingly, and was not able to contain myself. And as many children as there are of him, they are our salvation: for any others, I have no place in my heart. Out of the pale of this family, what have I to do with any vagabond, thief, robber, or man-slayer? In this world and the next, I place my hope day and night on them and their house.

The beginning of a wondrous Tale.

One day while I was sitting doing nothing, it came into my head to write a story in which the Hindoowy dialect should be preserved in its purity free from any admixture. Having taken this

wider from the idiom of the people they preclude the millions from obtaining information, and prepare the ruin of the literature which of late years they have been cultivating. In the British territory (particularly at Agra, Dehlee and Benares) this abuse is not carried so far and many learned natives are of opinion that the Hindee element ought to be developed in Urdoo in preference to the Persian. This no doubt is the right view, it being the only way of making literature popular and it is in order to further it that I publish this literary curiosity. The Asiatic Society is perhaps to be blamed for not paying more attention to the vernacular languages of India than it has done of late years; and to those who blame us for this neglect this very elegant composition will not be unwelcome."

This tale is a specimen of a class of compositions frequent in the East, not unknown in Ancient Greece, and characteristic, I believe, of every literature, when the period of its decline has arrived. The common feature to which I allude is that of writing under needlessly imposed and difficult conditions, such as the omission throughout of some letter, or a construction in which sense would be preserved if the order of the words were reversed. These curiosities cannot all be considered useless. As the fetters of rhyme have led to increased richness of style and variety of expression, so the compositions alluded to may have promoted philological learning, however little they may have contributed to the advancement of real knowledge and the increase of ideas. The piece before us seems to possess the greatest merit that works of its class can have. It is a magazine of Hindee words and phrases, and considering that the author is able to offer the usual praise to his God and Prophet without the introduction of one Arabic word, it must be considered as a good display of the powers of the language he has selected.

As many of the words used are not in Thompson's Hindee Dictionary, or the 3rd edition of Shakespeare's, I intend to make a list of the desiderata, and place it at the end of the paper.

* * * * *

A TALE BY INSHĀ ALLAH KHAN

A Tale by Insha Allah Khan, Communicated and translated by L. Clint, *Esq., Principal of La Martinière College, Lucknow.*

The tale submitted to the Society was placed in my hands by Dr. Sprenger for publication and translation, in consequence of his not being able from want of time to perform the task himself. Before he became aware that he would not be able to fulfil his intentions, he had drawn up the following notice of the subject, which, with his permission, I introduce.

"The Biography of this poet is in Garcin de Tassy's excellent *Histoire de la Litératnre Hindoustanie.* He flourished in the beginning of this century at Lucknow. Besides this tale, a *masnawy*, and some minor compositions, he left a *dywan*, which is in our library, and he is the author of a great portion of the *Daryâe Latafat*, which has lately been printed at Murshidâbâd."

"I found a copy of this Tale in the Moty Mahall library at Lucknow and had it transcribed. Its value consists in a peculiarity of style ; though pure and elegant Urdoo and fully intelligible even to the Musalmans of the Court of Dehlee or Lucknow, it does not contain one Persian word, whereas the language usually spoken by fashionable persons in these two cities is almost purely Persian. In Lucknow in particular the Hindee words are very sparingly used. This is much to be regretted, because the people of the villages and even the Hindus in the city who are neither directly nor indirectly connected with the court pure Hindee and even the educated in their *zanánahs* and in their childhood a language containing a great admixture of Hindee words. The Persian Urdoo which they write is therefore even to them foreign and artificial and conveys no force. Another mischief is that by removing the written language wider and

Appendix

(List of untranslated words in the English text)

Sāan: A special song during the rejoicings of the month of Sāwan—the fourth Hindu month, July-August.

Tīkā: Small round mark (or marks) made on the forehead and between the eyebrows (of coloured earth or unguents) and intended either for ornament or for sectarial distinction (the mark is commonly made at the ceremony of betrothal, or at that of installation to an office; or whom one is setting out on a journey, or a pilgrimage, or is about to undertake an enterprise).

Dōmnī: A woman or girl of the *dōm* caste of Muslims who sings and dances but only in the presence of women.

Gopī: The wife of a cow-herd; a cowherdess (esp. applied to the cowherdesses of Virandā-van, the companions of Krishna's juvenile sports).

Ghāt: A bathing-place, or a place for washing clothes (on the bank of a river); a masonry embankment of the side of a river.

Keoṛā: Name of a plant which bears a strong-scented flower, a species of *Pandanus adoratissimus*; the flower of this plant, scent made from this flower.

Gosā'īn: The master or possessor of cows or of herds; a devotee, a saint, a holy man; a caste of Brahmans, an honorary title affixed to proper names.

Jogī: A contemplative saint, a devotee, an ascetic, a hermit, one supposed to have obtained supernatural powers, a magician, a conjurer.

Jogin: The wife of a *jogi*.

Kahāni, which is deplorably lacking in the research tools of Urdu language.

At the end, I quote Prof. Aziz Ahmad (1913-1979), who writes:

> "Inshā's *Rāni Ketki ki Kahāni* (1809) is regarded by some as an early example of Hindu prose [T. Grahame Bailey, 'Hindi Prose before the 19th century', in: *SOAS*, ii, 1923-25]. This would be the retrospective application of a criterion of distinction. Inshā' could not possibly have imagined that he was writing in anything except Urdu, from which, not for the purpose of 'Hindification' but as a literary *tour de force* he excluded all Arabic and Persian vocabulary, like Faizi before him who had written a commentary on the Qur'ān without diacritics."[59]

Lahore M. Ikram Chaghatai
28.6.2014

---

[59] Aziz Ahmad: *Studies in Islamic Culture in the Indian Environment.* Oxford 1964, p. 256.

task has been adequately done by the editors like Sayyid Qudrat Naqvi and Sayyid Sulaiman Ḥusain.

iii) A glossary has been prepared with the help of Sayyid Qudrat Naqvi's edition (1973) and Dr. Sharif Aḥmad Quraishi's book.[56]

iv) With the text, its English translation (by L. Clint and Rev. S. Slater) was published and now after more than one and a half century it has been reproduced.[57]

v) The translators retained a few words in original. Their translation has been given in the appendix.

vi) A very important introductory remark by A. Sprenger, who was responsible for *Kahānī*'s text and translation,[58] shows that after the abolishment of Persian as an official language, the British influential and high-ranking literati intended to diminish the usage of Persian and Arabic words in spoken and written Urdu and attempted to popularise the Hindi words. In this way, they could accelerate the process of harmony between the Muslims and Hindus. For achieving this goal, they encouraged such literary works like *Kahāni* but ultimately they failed and thwarted in their aims.

In addition to Arabic, Persian and English departments, there were also Sanskrit and Hindi departments in the Delhi College. The students did not take much interest in having admission in these two departments. Sometimes, the concerned authorities were thinking to close them, but the Lieutenant Governor decided to continue them.

Cf. *General Report on Public Instruction in the North Western Provinces of the Bengal Presidency, 1847-1848. Agra 1849.* (British Library. No. v/24/906)

vii) An attempt has been made to give a bio-bibliographical survey of Insha's life and works, particularly the present

---

56 Under the title *Rani Keytaki kee Kahani kee Farhang*. New Delhi 2008.

57 In: *Journal*... op. cit., 1852 and 1855.
A Japanese Urdu scholar, So Yamane (Osaka University), informed me that he is translating *Kahani* in his own language (17th February 2014).

58 Reviewing this translation of L. Clint, Garcin de Tassy mentions that it was published under the "auspices of indefatigable savant, A. Sprenger." (see *Journal Asiatique* (Paris) iv Série, tome xix (1952), p. 566, "Nouvelles Littéraires")

mentioning his name as the compiler.[51] Later on, both editions of 'Abd al-Ḥaq and 'Arshi were minutely studied and with a detailed introduction, vocabulary and textual variants a new edition appeared and frequently reprinted.[52] Simultaneously, the other editions, mostly based on the Anjuman edition (1933), continued to be published,[53] but after the discovery of its two manuscripts from the Khuda Bakhsh Oriental Library (Patna), the scholar are paying more attention to them.[54]

Irrespective of favourable and adverse remarks by linguists and literary scholars about this romantic tale of Inshā',[55] its significance still exists because of the unique experiment, made for the first time in the history of Urdu prose. In fact, its pure Urdu without an admixture of any single word of Arabic, Persian and Turkish languages, its entirely different style of writing, originality of its narrative based on Hindu mythology and supernatural elements and its characterization resulted in the present edition which contains the following distinctive features:

i) Despite the discovery of its manuscripts from Rampur and Patna, the text is based on an old and authentic manuscript of Oudh's royal library, copied by the cataloguer, Alois Sprenger. Probably, Insha's orally presented it in one of the Nawwāb's court who immediately managed to scribe and afterwards preserve it in one of the royal libraries of Lucknow.

ii) The present text has been collated with the newly-formed manuscripts but the textual variants are not given, as this

---

51 Karachi: *Anjuman-i Taraqqi-e- Urdu*, 1955.

52 Edited by Sayyid Qudrat Naqvi. Karachi: ibid., 1975, 1986, 1993, 2003.

53 New Delhi: Makṭba Jami'a, 1970; Bombay, 1972 (with an introduction by Dr. 'Ābd as-Sattār Dalvi; Gorakhpur, 2000 (ed. by Dr. Afghān Allāh Khan).

54 Edited by Dr. Sayyid Sulaiman Ḥusain. Lucknow: 1975, 2004; (Introduction, pp. 48, text, pp. 51-106, with textual variants; based on the ms. of Khuda Bakhsh Oriental Public Library) New Delhi: Akif Book Depot, 2010 (Introduction by Dr. Sharif Aḥmad Quraishi), text (pp. 35-61).

55 The introductions by its editors, especially Maulawī 'Abd al-Ḥaq, Imtiāz 'Ali 'Arshi, Sayyid Qudrat Naqvi, Intizār Ḥusain and Sayyid Sulaimān Shah; see also Aslam Pervaiz: *Inshā'*; op. cit., pp. 176-178, 'Ābid Peshāwari: *Insha'*, op. cit., pp. 423-512; M. Ḥabib Khan: *Inshā'*, op. cit., pp. 70-77 Giyan Chand Jain: *Urdu ki nasri Dastaney*. Karachi 1969 (1954), pp. 240-251; Jamil Jālbi: *Tārikh*… op. cit., III (2008),pp. 158-165.

> elegant Urdu and fully intelligible to the Musulmans of Delhi and Lucknow, does not contain a single Persian word. On the other hand, it is equally free from the Sanskritisms of Pandits. The idiom (including the order of the words) is distinctly that of Urdu, not of Hindi. In this last respect, it differs from the works of Ajōdhya Singh Upādhyāy, in which the order of words is that usual in Hindi."[46]

This voluminous and extensive linguistic survey opened new vistas for further research about vernacular languages of India including Urdu. Among the early Urdu scholars, Maulawī 'Abd al-Ḥaq was the first littérateur who used this part of Grierson's encyclopedic work verbatim. The preface of his popular Urdu grammer shows his extensive borrowings from this source.[47] In this perspective, it may be conjectured that Maulawī 'Abd al-Ḥaq took the idea of publishing Inshā"s *Kahāni* from Grierson's note in which he referred the concerned numbers of the *Journal of the Asiatic Society of Bengal* (1852 and 1855). For the first time, he published the *Kahāni* in his journal entitled *Urdu* and in its introduction he clarified that its text was based on the text published in the above-mentioned *Journal*, from Oudh manuscript which A. Sprenger discovered from Moti Maḥall library of Lucknow.[48] A few years later, 'Abdul Ḥaq published it in a separate book form, after collating its text with an edition of Devanagari script.[49] After some years, Imtiāz 'Ali Khan 'Arshi found another manuscript of the *Kahani* from the State Library of Rampur[50] and published it without

---

لیا گر عقل نے منہ میں دل بے تاب کا ٹکڑا　　　تو جوگی جی دم اڑ جائے گا سیماب کا ٹکڑا

46 *Linguistic Survey of India*, by G. A. Grierson. Vol. ix, pt. i, reprinted: Delhi 1968 (1916), pp. 34-35.

47 For detail see my article on the first grammarian of Urdu in:" *Mi'yār* (Islamabad), vol. 10 (2014), pp. 1 ff.

48 Vol. 6, April, 1926, pp. 267-298.

49 Awrangabad 1933. He got it from his Hindu friend, Pandit Manohar Lal Zutshi. Perhaps the same edition that was edited by Babu Shyam Sundar Das, (Varanasi, 1925); see also *Kahāni* in Urdu and Devanagri scripts, published from Bombay: Mahatama Gandhi Research Center, 1972 with an introduction by 'Abd as-Sattār Dalvi.

50 Library No. 277, pp. 59; cf. 'Arshi's article in *Niya Daur* (Lucknow), April 1960, p. 8.

> the words were reversed. These curiosities cannot all be considered useless. As the fetters of rhyme have led to increased richness of style and variety of expression, so the compositions alluded to may have promoted philological learning, however little they may have contributed to the advancement of real knowledge and the increase of ideas.
> The piece before us seems to posses the greatest merit that works of its class can have. It is a magazine of Hindee words and phrases, and considering that the author is able to offer the usual praise to his God and Prophet without the introduction of one Arabic word, it must be considered as a good display of the powers of the language he has selected.
> As many of the words are not in Thompson's Hindee Dictionary,[41] or the 3rd edition of Shakespeare's,[42] I intend to make a list of the desiderata, and place it at the end of the paper."[43]

For certain reasons, L. Clint could not complete it and the second part of its text and translation came out after three years, with the name of Rev. S. Slater.[44]

Afterwards, this prose-work of Insha' remained popular in the School-books of India but in literary circles, it fell into oblivion for decades. Finally, G. A. Grierson, a worldly-known linguist, referred it in these words:

> "This is the celebrated tale commonly called *Kahâni ṭhéṭh Hindi meñ*, which has frequently appeared in Indian school-books such as *Guṭakā*.[45] Its value consists in its style, though pure and

---

41 J. J. Thompson: *A Dictionary in Hindi and English*. Calcutta 1846.

42 John Shakespeare: *A Dictionary, Hindostani and English*, London 1813, 1818 and 1826.

43 *Journal of the Asiatic Society of Bengal* (Calcutta). Nr. i (1852), pp. 1, 2. But he could not place such a list of desiderata and its reason is unknown.

44 *Journal*.... op. cit., 1855, pp.

45 Ram Babu Saksena writes: "It [*Kahâni*] extends to about fifty pages and frequently appeared in the series of Indian texts published in Fort William College at Calcutta". (*A History of Urdu Literature*, op. cit., p. 96).
In one of his *ghazals*, Inshā' uses this word as *radif*.

Elliot, Sprenger mentioned his name. The concerned passage is as follows:

> "In two or three days I shall do myself the honour of submitting my Report and in these months I hope to have completed the catalogue of the Topkhane and of the Farahbakhsh libraries and if permitted today here, with the beginning of the hot season I shall be able to devote myself to completing my detailed catalogue of the Moty Mahall. Having failed in my scheme of going to Baghdad I am again trying to effort an exchange with the Principal of the Lucknow Martinière (in case I should not be permitted to remain in data quo) for that appointment though very bad in itself would enable me to finish the catalogue you have originated the idea of making a catalogue, you have given me the opportunity to begin the work and you have guided me in the work. It is therefore a duty towards to you that I should exert myself to finish an undertaking of which all the credit will be due to you and of which I shall be responsible only for the faults of Mr. Clint, the Principal of the Martinière would be delighted to exchange but Mr. Morrison (?) seems to be unwitting to sanction it."

As desired by Sprenger, L. Clint edited and translated into English Inshā's *Kahāni* and its first part was published with this brief note:

> "The tale submitted to the Society [Asiatic Society of Bengal] was placed in my hands by Dr. Sprenger for publication and translation, in consequence of his not being able from want of time to perform the task himself....
>
> This tale is a specimen of a class of compositions frequent in the East, not unknown in Ancient Greece, and characteristic, I believe, of every literature, when the period of its decline has arrived. The common feature to which I allude is that of writing under needlessly imposed and difficult conditions, such as the omission throughout of some letter, or a construction in which sense would be preserved if the order of

> peculiarity of style; though pure and elegant Urdoo and fully intelligible even to the Musalmans of the Court of Dehlee or Lucknow, it does not contain one Persian word, whereas the language usually spoken by fashionable persons in these two cities is almost purely Persian. In Lucknow in particular the Hindee words are very sparingly used. This is much to be regretted, because the people of the villages and even the Hindus in the city who are neither directly or indirectly connected with the court speak pure Hindee and even the educated hear in their *zanánahs* and in their childhood a language containing a great admixture of Hindee words. The Persian Urdoo which they write is therefore even to them foreign and artificial and conveys no force. Another mischief is that by removing the written language wider and wider from the idiom of the people they preclude the millions from obtaining information, and prepare the ruin of the literature which of late years they have been cultivating. In the British territory (particularly at Agra, Dehlee and Benares) this abuse is not carried so far and many learned natives are of opinion that the Hindee element ought to be developed in Ordoo in preference to the Persian. This no doubt is the right view, it being the only way of making literature popular and it is in order to further it that to publish this literary curiosity. The Asiatic Society [of Bengal] is perhaps to be blamed for not paying more attention to the vernacular languages of India than it has done of late years; and to those who blame us for this neglect this very elegant composition will not be unwelcome."

After leaving Lucknow, Sprenger went back to Delhi and then transferred to Calcutta as the Principal of Calcutta Madrassah and the Secretary of the Asiatic Society of Bengal. These new responsibilities did not allow him to complete his intended project of editing and translating his newly-discovered manuscript of Inshā's *Kahāni*. Before becoming aware that he could not be able to fulfil his intentions, he handed over this project to the Principal of La Martinère College, Lucknow, L. Clint, whose biographical information is not extant. In one of his unpublished letters (Lucknow 31 January 1849) to H. M.

"died about twenty years ago."[35] Inshā's *diwān* (*rekhti*) was in his personal collection, now housed in the State Library of Berlin,[36] and included him in his *tazkirah*.[37] He took keen interest in Inshā's linguistic innovations, particularly his usage of words, idioms and phrases of Indian origin. He vehemently admired all his services, rendered for promoting indigenous elements in Urdu language and literature. For this reason, his most appreciative remarks about Inshā's *Kahāni* explicitly indicate his own views about the further development of Urdu. As a distinguished oriental scholar, educationist and an influential member of the intellectual élite, Sprenger favoured Inshā's efforts to popularise the Indian element rather than extensive borrowings from the foreign languages like Arabic, Persian and Turkish. Though, it is considered Inshā's own experiment, mostly based on his linguistic capabilities, but Sprenger's introductory remark to *Kahāni*, which has been completed ignored by our critics and researches, clearly shows that Inshā' was following the policy of the government in this regard. In this perspective, Sprenger became so much excited to see *Kahāni* that he soon prepared its copy and intended to edit and translate it, but failed to do so because of personal reasons.

Sprenger's brief introduction to *Kahāni*'s English translation (1852) is the following:

> "The Biography of this poet [Inshā'] is in Garcin de Tassy's *Histoire de la littérature Hindoustanie*.[38] He flourished in the beginning of this century at Lucknow. Beside this tale, a *masnawy*, and some minor compositions, he left a *dywan*, which is in our library,[39] and he is the author of a great portion of the *Daryâe Laṭafat*,[40] which has lately been printed at Murshidabad.
>
> "I found a copy of this Tale in the Moty Mahall library at Lucknow and had it transcribed. Its value consists in a

---

35 Cf. *Catalogue* i: 240, referred Shaifta's *Gulshan-i Bekhār*.

36 Nr. Bibl. Sprenger 1686. Inscribed by Qādir 'Ali Khan, dated 1259/1843. (see Mujahid Husain Zaidi: *Urdu Handschriften*. Wiesbaden 1973, p. 55, no. 44/II.

37 *Catalogue*, op. cit., p. 240.

38 Sprenger refers the first edition, which appeared from Paris in 1839 (vol. i). It was in his personal library, see *Orientalia. Katalogue der Bibliothek aus dem Nachlass des Herrn Prof. Dr. Alois Sprenger*. 1896, p. 33, Nr. 631; see also note 4, above.

39 Now available in Staatsbibliothek (Berlin). See no. 36, above.

40 *Ocean of Elegance*, co-authored by Mirza M. Ḥasan Qatil; see note 5 above.

Government appointing him as Extra-Assistant Resident at Lucknow, as a temporary measure, for the purpose of cataloguing the extensive collection of works in Arabic and Persian literature in the king of Oudh's libraries.[30] Sir H. M. Elliot (1808—1853), a reputed historian and the Chief Secretary to the Governor-General, played a vital role in assigning this mammoth project to Sprenger, as he impressed the Court of Directors the desirability of rescuing from oblivion many very valuable and rare works contained in these libraries.[31]

Sprenger stayed in Lucknow from 3rd March 1848 to 1st January 1850, and listed about ten thousand mss. and rare books within one and a half year. With an excellent cooperation of 'Ali Akbar of Pānipat (d. 1852), an old student of Delhi College[32] and few other *munshis.* He intended to publish this catalogue in eight big volumes but only the first volume came out and the remaining volumes sank into oblivion. According to him "If the whole catalogue is completed, it will be an infinitely fuller and more correct bibliographical work of reference than Hájy Khalyfah's Bibliographical Dictionary.[33]

As an eminent orientalist, Alois Sprenger knew Arabic and Persian very well and coming to India (1843) he learnt Urdu and he could easily speak, read and write in this language. Some of his studies are evident to show his scholarly and vast knowledge of its origin, development and contemporary significance as a *lingua franca* of Indian subcontinent.[34]

During his stay in Lucknow, Sprenger's interest in Urdu literature developed and Inshā' was one of his favourite poets who

---

30 Sprenger's *Catalogue*, op. cit., i (1854), preface.

31 Cf *Board's Collections.* 116106-116102 (1848–49), vol. 2271. Library No. F/4/2271 Document No. 116. 117. Indian Department Collection. Employment of Dr. Sprenger in the Examination of Kings' Libraries at Lucknow."

32 See my book *Qadeem Delhi College.* Lahore 2013.

33 *Journal of the Asiatic Society of Bengal* (Calcutta), vol 22 (1853), p. 540.

34 See his article "Early Hindustany Poetry" (in: *Journal of the Asiatic Society of Bengal* (Calcutta), vol. 22 (1853), pp. 442-444) in which he responded to Garcin de Tassy and N. Bland's studies on the subject and informed for the first time about the 'Hindavī" *diwan* of Mas'ūd Sa'd Salmān of Lahore; see also the section of his *Catalogue* (I, 1854) under the title "Works of Hindustany Poets" (pp. 595-645) and a complete *tazkirah* of Urdu poets (pp. 195-306), also available in Urdu translation entitled *Yadgar-i Shu'arā'*, by Ṭufail Aḥmad, Lucknow 1985 (Allahabad, 1932).

Sprenger, the cataloguer, as such: 28 pages of Persian poetry (15 verses per page), 100 pages of 'Hindustani' poetry, *shir-o biring* (milk and rice) comprises 50 pages, 40 pages of 'Hindustani' *ghazals*, 8 pages of *rubā'is*, 42 pages of *qaṣidas* in praise of Imāms, 14 pages of *ghazals* without diacritical points, a certain number of *ghazals* and *masnawis*. One of them is *Siḥr-i Ḥalāl* (permitted magic) that is to say eloquence. Some of its poems are in the dialect of *haram* [*rekhti*] and the other in the mystical dialect of *faqirs*."[26]

Garcin de Tassy also informs that in the same library, there was another Urdu *masnawi* of Inshā' entitled *Murgh-nâma* (Book of the Cock). It contains 50 pages and was written in 1220/1805-06.[27]

In his *Catalogue*, A. Sprenger devoted only 50 pages to the "Works of Hindustany Poets"[28] where he did not mention any other Inshā's book except his *Kulliyāt*, but in his second report, submitted to H. M. Elliot (dated 1st October 1848), he referred, though briefly, his other two prose works, e.g., *Silk-i Gawhar* and *Kahāni* in these words:

> "The tales of Inshā' Allah Khán, some of which consist of words without diacritical points, and one of them, though in the language of Delhie, consists all of Hindee words with the exclusives of Arabic and Persian words."[29]

As stated earlier that the manuscript of *Kahāni*, housed in Moti Maḥal, was probably the same which Inshā' read himself and copied by the son of Nawwāb Sa'ādat 'Ali Khan. Later on, it was discovered by Alois Sprenger along with some other works of Inshā'.

On 19th March 1845, Sprenger was appointed as the Principal of Delhi College, but after about two and a half years, on the 6th December, 1847, he was transferred with the orders of the

---

26 *Histoire*, op. cit., II: 35-36.

27 Ibid., p. 28; see also Sprenger's *Catalogue*, op. cit., i: 614-615, where the compiler mentions its date of composition 1210/1795; *Report of the Researches*, op. cit., p. 55, see also note 10, above; Strangely enough, in the printed *Kulliyāt* of Inshā', this *masnawi* comprises only three pages (Lucknow ed., 1878, pp. 446-448) or four pages (Allahabad ed., 1952, pp. 344-347) instead of 50 pages as mentioned by Garcin de Tassy.

28 Vol. i (1854), pp. 595-645.

29 Cf. *Report of the Researches*, op. cit., 1896, p. 6; see also my book *Shāhān-i Awadh key Kutubkhāne*, Karachi 1973, p. 54.

al-Ākhir 1223/1st August 1808 in these words:

> "Ḥusain 'Ali Khan, the son of Nawwāb Sa'ādat 'Ali Khan called me to his royal court and said: the tale which you have composed without the admixture of any Persian, Arabic and Purbi word, I have completely copied with my own hands."[22]

From this passage, one can easily determine the exact date of *Kahani*'s first recitation and the preparation of its first manuscript (in 1808) which afterwards would have been preserved in one of the royal libraries of the kings of Oudh—Moti Maḥal. In spite of having two other libraries – Topkhāna and Faraḥ Bakhsh—"the valuable literary works upwards of three thousand volumes are preserved in a garden house of the Móty Mahall Palace..."[23]

In his very early age, Inshā' came to Lucknow and then to Faizabād. From his childhood he spent most of his time in Lucknow where he served Nawwāb Almās 'Ali Khan (1788—89) and then he was appointed in the entourage of Mirza Sulaimān Shikoh (1790—91). His most eventful part of life was in the court of Sa'ādat 'Ali Khan (about 1800—1801). After his expulsion from the court, he stayed here upto his demise in 1818.

As a leading and versatile poet of his time and his close relations with the influential members of the royal family of Oudh, the manuscript of his *Kulliyāt* and other writings were nicely transcribed and housed particularly in the Moti Maḥal. As reported by A. Sprenger "The number of Urdoo books in the Móty Mahall is small, but almost all the copies are splendid."[24]

In this meagre collection of "splendid" Urdu manuscripts of Moti Maḥal (three thousands), some of Inshā's important writings were also included. One was his *Kulliyāt* (containing Urdu and Persian poetry).[25] Garcin de Tassy detailed its contents, as supplied by Alois

---

22 See note 7, *supra*.

23 *Catalogue of the Arabic, Persian and Hindustany mss. in the libraries of the king of Oudh*. Ed. by A. Sprenger. Vol. I, Calcutta 1854, Preface, p. iv.

24 Cf. *Report of the Researches into the Muhammadan Libraries of Lucknow*. By A. Sprenger. Calcutta 1896, p. 11.
In Moti Maḥal, there was a minaret shaped like a pearl which was afterwards demolished. It was situated close to Qaiser Bagh, almost on the bank of river Gomti.

25 Sprenger's *Catalogue*, op. cit., 1: 614-615. He also informs that another ms. of this *Kulliyāt* was in the possession of Mawlvī Muḥammad Wajih.

to spend their whole life together, but Rājā Jagat Prasād refuses to give his daughter, Keytaki, in marriage to Udey Bhān, the hero, because he thinks the latter's father to be a mere upstart. They went out to fight but unable to face a fierce attack on his capital by the hero's father, Jagat Prakās seeks the assistance of a hemit, Guru Mahandar Gur, gifted with supernatural powers, and the invading king (Rājā Sūraj Bhān), together with his queen (Rāni Lachchmi Bās) and his son (Uday Bhān), are changed into deer. Later on, when the king realized that his daughter is desperately in love with Uday Bhān, he has the prince and the parents restored to human shape. Finally, with the help of Rājā Indra, Uday Bhān ascended the throne and the lovers are married with splendid magnificence."

One of Inshā's contemporary biographers informs that "he had a quiverful of droll and amusing stories, and would at times invent them on the spur of the moment."[20] He displayed this natural instinct in the whole format of this *Kahāni*. It is absolutely original and the result of his innovative thinking. He did not borrow anything from any indigenous or foreign source. Its all characters, both male and female, their psychological behaviour, locale, creative atmosphere and poetic scenario are of his own. Above all, its style is inimitable and in spite of certain limitations the narrative is neither dry nor artificial. In reality, Insha' was a poet of masses and he took keen interest in everything which was related to common folk. Undoubtedly, this book is an experiment, aimed at showing the capacity of narrating a story without using any Arabic, Persian and Turkish word, interspersed with all supernatural elements of Hindu mythology.[21]

In which circumstances, Inshā's *Kahani* was composed and transcribed? Where its original manuscript was preserved? How it came into light and who discovered? All these pertinent questions will be discussed below.

In his Turkish diary, Insha' describes an event (dated 8 Jamādi

---

20 *Makhzan al-Ghara'ib.* By Sh. Aḥmad 'Alī Khan Hāshmī Sandalavī Op cit , Vol I, Lahore, pp. 285-289.

21 About this *Kahani*, divergent and conflicting views have been expressed, such as a long brief short story ('Âbid Peshāwari), a middle stage between *dastan* and short story (ibid.), very close to the novel (Aḥsan Fārûqi *Urdu Novel kee Tanqidi Tarikh*, 2nd ed 1962, p. 3), an ordinary story which became popular by its unique style (Jamil Jalbi. *Tarikh-i Adab-i Urdu*, vol iii, Lahore 2008, pp 158 165)

is said that his substantial contribution was far ahead of his times. He was equally at home in Arabic, Persian, Turkish, Hindi, Bengali, Punjabi, Kashmiri, Pushto and Purbi.[14] He knew the basic grammatical structure and the linguistic intricacies of all these languages and very often used their vocabulary in his Urdu verses.[15] Apart from his poetic collection, he wrote two prose works in Urdu namely *Silk-i Gawhar*[16] and *Kahāni*... Both displayed his innovative mind and he experimented to write the first one without using any word with diacritical points and the second without picking any word of Arabic, Persian and Turkish origin.

Historians of Urdu literature and well-known researchers of Insha' have given different dates of composition of *Kahāni*, e.g., near 1788, between 1798 and 1804, 1803, 1808 or afterwards. His virtuosity and fascination with language led him to compose this prose work. Primarily, this is a romantic tale with love, war and magic as its theme. Its remarkable feature is its style and the author – ever a virtuoso – has used no Arabic, Persian and Turkish word in the story (an exercise comparable to writing English with only Anglo-Saxon roots).[17] Because of his expertise over Urdu language and its expression, linguistic capabilities and his functional knowledge of other Indian languages helped him not to give an artificial air to the narrative.[18] Simultaneously, it is also equally from the Sanskriticisms of Pandits. The idioms including the order of the words is distinctly that of Urdu not of Hindi.[19] Inshā's style is forthright and direct, and his Hindi words impart a delightfully archaic flavour to the narrative.

In brief, the story of *Kahāni* runs thus:

"Uday Bhān, a sixteen years old son of Rājā Sūraj Bhān, goes with his friends in a jungle for hunting. There, he saw Rāni Keytaki and at the first sight both fell in love with each other. They firmly promised

---

[14] *EI²*, iii: 1244, op. cit.

[15] Preface to *Kahani Rāni Keytaki*, by Sayyid Qudrat Naqvi, pp. 26-27, see below.

[16] See note 6, *supra*.

[17] *Urdu Literature*, by D. J. Matthews, op. cit., p. 63.

[18] M Ṣādiq *History of Urdu Literature*. 2nd ed., (Karachi 1985), p 179 (London, 1964).

[19] Ram Babu Saksena: *A History of Urdu Literature*. Lahore 1996 (Allahabad 1927), p. 96.

insipid and colourless.[6]

iii) A fragment of his diary in Turkish language, covering the period from 12 July 1808 to 18 August 1808. It contains some very interesting and useful information not found elsewhere.[7]

iv) *Laṭā'if as-Sa'ādat*, a collection of jokes from the court of Nawwāb Sa'ādat 'Ali Khan of Lucknow, compiled by Inshā'.[8]

v) *Maṭar al-Marām fi Sharḥ Qaṣida Ṭūr al-Kalām.*[9]

vi) *Murgh Nāma* (Book of the Cock), a *masnawi* which contains 50 pages and written in 1220/1805-1806.[10]

vii) *Shīr wa Baranj* (Milk and Rice), an excellent *masnawi.*[11]

viii) *Siḥr-i Ḥalāl* (Permitted Magic), that is to say eloquence, a *masnawi.*[12]

ix) A *masnawi* in response to Bahā al-Dīn Āmuli's *Nān-o-Ḥalwa* (Bread and Sweetmeat).[13]

x) **Kahāni Rāni Keytaki awr Ude Bhān kee** (Hereafter *Kahāni*)
(A Tale by Inshā' Allāh Khan)

Inshā' was not only a poet but also got a knack of learning the origin, development and structural basis of the different languages, mostly understood or spoken among other in the Subcontinent. No doubt, he pioneered in the field of Urdu grammar and linguistics and it

---

6 Ed. by Imtiāz 'Ali 'Arshī, Rāmpur 1948; reproduced in: *Inshā' kee do kahāniyan*, ed. by Intizār Ḥusain, Lahore 2008 (1971), pp. 83-110. 'Ābid Peshāwarī: *Inshā'*... op. cit., pp. 513-546.

7 Its unique ms. is housed in the State Library, Rampur; Cf. Imtiāz 'Ali 'Arshi: "Inshā' kee do nādir kitābain–*Silk-i Gawhar* awr *Roznamcha...Turki*"; Edited and translated in *Niya Dawr* (Lucknow) April 1960; ed. and tr. by Dr. Sayyid Na'im ad-Din, New Delhi: Bureau of Urdu Development, 1980, under the title *Insha' ka Turki Roznamcha*; 'Ābid Peshāwari: *Inshā'*... op. cit., pp. 655-675.

8 Edited by Āmina Khātūn with explanatory notes and annotations, Mysore 1955. (incomplete ms., preserved in the British Library, India Office and Oriental (London); 'Ābid Peshāwari: *Inshā'* op. cit., pp. 635-654.

9 Mukhtār al-Din Aḥmad: "Sayyid Inshā' kee aik nādir Taṣnif", in: *Armaghan-i Malik*. Ed. by Dr. Gopi Chand Narang, vol. ii, New Delhi 1971 (based on a ms., preserved in Manchester).

10 *Kulliyāt-i Inshā'* (1876), pp. 446-448; Garcin de Tassy: *Histoire*, op. cit., *Kalām-i Inshā'* (1952), pp. 344-347; II, p. 38; "Murgh Nāma" by Shyām Lāl Sundar, in: *Nawā'i Adab* (Bombay), vol. 26, no. 2 (April 1967), pp. 17-52.

11 Garcin de Tassy: *Histoire*, op. cit., ii, p. 33.

12 Ibid., p. 38.

13 Ibid., p. 33.

is always characterized by magnificence, humour and versatility. His chief collection (*Kulliyat*) which comprises his Urdu, *rekhti* (a language of females) and Persian *diwān*, the *qaṣidas* (odes) and five or six *masnawis*, contains between 8000 and 9000 lines--was marked chiefly by virtuosity. He indulged in verbal gymnastics and most intractable rhymes.[4]

Inshā's virtuosity and fascination with language led him to compose prose works which comprise:

i) *Daryā-i Laṭāfat* ('The Sea of Delicacy'), was written in Persian and constitutes the first attempt to formulate the grammar of Urdu. It was composed at the instance of Yamin al-Dawla in 1222/1807 in collaboration with Mirzā Ḥasan Qatil, an eminent Persian poet who contributed the chapters on logic, prosody and rhetoric. It shows the author's wide range of study and his grasp of Urdu linguistics and morphology. The rules and terminology Insha' suggested are still employed by traditional grammarians, but by far the most interesting parts of the book are those in which he discusses the various accents and dialects of his day.[5]

ii) *Silk-i Gawhar*, a love story in Urdu prose, without any dotted letter, in clear imitation of the *Sawāṭi' al-Ilham* and *Mawārid al-Kalim* of Faizi, but much inferior, both in diction and phraseology. The story is

---

4 *Kulliyāt-i Inshā'*, Delhi: Dehli Urdu Akhbār 1271/1855 (under the supervision of Muḥammad Ḥusain [Āzād]; *Kulliyāt-i Inshā'*. Lucknow 1312/1876 (pp. 450); *Kulliyāt-i Inshā'*. Ed. by Khalil ar-Rahman Da'ūdi, vol. i (*Ghazaliyyat*). Lahore 1961; for the detail of seven editions, see Mushfiq Khwājah, op. cit , pp. 347-348; a ms. of Inshā's *diwān* (selection) was in the library of Imperial Palace (Delhi) as reported by Garcin de Tassy in his *Histoire de la littérature Hindouie et Hindoustanie*, 2nd ed., vol. II, New York 1968 (Paris 1870), p. 34 (hereafter *Histoire*); *Diwān Inshā', Rangin*. Ed. Niẓāmi Badā'ūni. Badā'ūn 1924 (also includes *Diwān-i Rekhti*); two mss. of Inshā's *Kulliyāt* are housed in the library of National Museum (Karachi), for detail see Mushfiq Khwājah, op. cit., pp. 334-352.

5 Murshidabād: Maṭba' Āftab 'Ālamtāb, 1848, pp. 476 (also available in the personal library of A. Sprenger, cf. *A Catalogue of the Bibliotheca Orientalis Sprengeriana*. Giessen 1857, p. 91, nr. 1672); ed. by Mawlawī 'Abdul Ḥaq, Awrangabād 1916 (pp. 138), 1935, Karachi 1988; Urdu translation by Brijmohan Datārya Kaifī, Delhi 1935; also translated by 'Abdur Raūf 'Awj, Karachi 1962; 'Ābid Peshāwarī: *Inshā'*... op. cit., pp. 547-634; ms. (dated 1240 A. H.) preserved in the library of Urdu Department, Jammu University, see 'Ābid Peshāwarī: *Muta'alleqāt*, op. cit.

the ruler in his less serious moments. At this stage of his career, his poetry became decidedly odd, even by Lucknow standards.

Finally, Inshā' fell from grace when he made a crude joke at the expense of the King and after a brilliant career ended his life in obscurity (1817).

Inshā's sharp and sometimes caustic wit made him more enemies than friends. By his superior talent he outshone his rival Muṣḥafi, himself a great poet, upon whom he heaped insults and disgraces. He did not spare even wayfarers and strangers whom he freely ridiculed. He had several literary bouts with his contemporaries, which generally degenerated into obscene satires and lampoons. Learning towards the unconventional, his verse is both amusing and burlesque, constituting a landmark in the development of Urdu poetry.[3]

Inshā' was a very prolific writer and achieved fame for his novelty and brilliance as demanded by the Lucknow court. His writing

---

[3] All this information is based on Grahame Bailey. *A History of Urdu Literature*. Lahore 1977 (1932), pp. 54-55, D. J. Matthews, C Shackle and Shahrukh Husain. *Urdu Literature*, London 1985, pp. 60-63 and *Encyclopedia of Islam*, vol. iii, Leiden: Brill, 1971, pp. 1244-1245 art. by A. S. Bazmee Ansari, and the authorities cited there. (=*EI²*); T W. Beale. *Oriental Biographical Dictionary*, rev and enlarged ed. New York 1965, p. 179 (London 1894)
For Inshā's life and works, see *EI²*, op. cit., where 36 references are cited; Mushfiq Khwāja. *Jā'iza Makhṭūṭāt-i Urdu*, vol. i, Lahore 1979 (where 76 references are cited); for further material see 'Abdul 'Alī· *Ḥayat-i Insha'*. Lahore: Paisa Akhbār, 1902; Sh. Ahmad 'Ali Barlās: *Hayāt-i Insha'*. Peshawar 1907. 'Abdul Bari Āsi Lucknawi: "Inshā' key kuchch nay Ḥālāt awr ghayr maṭbū'a kalām", in· *Urdu* (October 1945, pp. 347 ff.); Farḥat Allah Baig· *Insha'*, Delhi 1943; Dr. Āmina Khātūn. *Taḥqiqi Maẓāmin*. Bangalore Kawthar Press, 1949 (critical review on Inshā', especially on his *Darya-e Latāfat*) Delhi 1943; Mirza Muhammad 'Askari and Muhammad Rafi (eds.) *Kalām-i Insha'*, Allahabād, 1952; Dr. Zafar Iqbal: "Inshā' kee Fālgiri", in: *Ājkal* (Delhi), August 1977); M. Habib Khan: *Inshā' Allah Khan Inshā'*, New Delhi: Sahitya Akademi, 1998 (1989); 'Abid Peshawari (Shyām Lāl Kālṛa). *Inshā' Allāh Khan Inshā'*. Lucknow: Uttar Pradesh Academy, 1985. idem: *Muta'allakāt Insha'*. Lucknow: Nuṣrat Publishers, 1985; Dr. Sayyid Taqi 'Abidi: *Inshā' Allāh Khan Inshā'. Ḥayat, Shakhsiyyat awr Fan*, Lahore: Al-Qamar, 2003: M. Tabassum Kashmiri: *Tārikh-i Adab-i Urdu. From the beginning upto 1857*, Lahore 2003, pp. 442-455; 'Abid Peshawari's article on Inshā's parents, in: *Majallah Taḥqiq* (Lahore), vol. 4, no. 4 (1980), pp. 1-21; ibid., "Rāni Keytaki ki Kahanī", in: *Niya Daur* (Lucknow), June 1995, pp. 4—11; a recent book (in Urdu) on Inshā's art and personality by Navid Ahmad (Calcutta University).

without the help of a teacher."[2] He had also tried to compose Arabic and Persian verses. Polished, cultured and witty, he soon made an ideal boon companion to the ruler of Oudh.

On the death of Shujā' al-Dawla, he accompanied his father to the royal court of blind emperor, Shāh 'Ālam II. His talent for writing, combined with his fondness for sarcasm and frivolity, made him notorious in the Red Fort and unpopular among the venerable poetasters who flocked around the emperor. He was once molested and given a beating by a hired gang of thugs after publicly ridiculing one of the court poets, who had unwittingly made a mistake in the scanism of his poem. Inshā' realized that his talents would not be appreciated in Delhi and decided to join the exodus to Lucknow.

Inshā' arrived in Lucknow in 1791 and was cordially received by Nawwāb Sulaiman Shikoh (d. 1837) to whom his wit and good humour appealed. He joined the retinue of this Nawwāb, the third son of the Mughal emperor Shāh 'Ālam II, as a court poet. His first clash came with the Nawwāb's teacher, Muṣḥafi, who found himself quite unable to compete with Inshā' in the famous literary contests which took place in the Nawwāb's salon.

Inshā' threw himself whole heartedly into the spirit of Lucknow, and a change can be detected in his verse. The quiet wistfulness of his earlier poetry, which often lent itself to mystic expression, gave way to the celebration of the rose-garden and the nightingale, the joy of love and wine and the praise of the beloved whose face outshone the moon, conventional topics which appealed to the people of Lucknow, especially when treated with the ingenuity and sparkle of a poet like Inshā'.

Sometime later 'Allāma Tafazzul Ḥusain Khan, a Shī'i nobleman and patron of art and literature, introduced Inshā' to Nawwāb Sa'ādat 'Ali Khan, the ruler of Lucknow. Soon they became bosom friends. But his inveterate habit of joking was the cause of his undoing. In 1810 he ceased to be *persona grata* at court, indeed he was turned out of Lucknow, though afterwards permitted to return; and he spent the rest of his life in self-confinement.

This period of Inshā's life shows a marked decline in his work. He seems to have been kept at the court for the personal distraction of

---

2 See Aḥmad 'Ali Sindhailavi: *Tazkirah Makhzan al-Gharā'ib*. Ed. Dr. Muhammad Bāqir. Vol. I, Lahore 1968, pp. 285 ff.

PROLOGUE

The decline of Mughal's regime in India was speedily going ahead that ultimately caused the weakness and inability to maintain the centrality of rulership and disintegrating process of her vast empire. In these transitional political circumstances, the literary activities reached their peak and many newly-emerged independent Muslim states extended their hand of co-operation in accelerating such cultural activities and patronized many talented persons in the domain of art and literature. In this golden period of Urdu language and literature, the poet and prose-writer Mir Inshā' Allāh Khan, poetical surnamed Inshā', (afterwards only Inshā'), appeared on the scene of Urdu literature and earned the fame as one of the leading poets and literati of the period.

Inshā' (Murshidabād 1166/1753–Lucknow, 1232/1817)[1] was an eminent Urdu poet and one of the remarkable figures in Urdu literature. His ancestors migrated from Irāq and settled in Murshidabād, a town in West Bengal. His father, Māshā' Allāh Khan "Maṣdar" al-Ja'farı Najafī, was a physician and one of the courtiers of the last Muslim ruler of Bengal, Nawwāb Sirāj al-Dawla.

Inshā' received his early education in different sciences including grammar and syntax, logic and philosophy at house, and in his youth left for Lucknow in search of a post; he joined the court of Nawwāb Shujā' al-Dawla; who had already settled a *jagir* on his father. He appears to have started composing poetry at a very early age, as he had composed his Urdu *diwān* when he was still a boy, "in a new style and

---

1 For a detailed discussion about Insha's birth and death, see Mālik Rām's articles in Quarterly *Taḥrir* (Delhi), April 1973 and its revised version with additional material in author's collection of articles under the title *Taḥqiqi Maẓāmin*, Delhi 1984, pp. 138-157.

Contents

Dedicated

to

Intizar Husain

A renowned Urdu fiction-writer and a lover of such *dāstāns.*

A TALE BY
INSHĀ'ALLAH KHAN

Translated by

L. Clint
S. Slater

Edited and annotated by

M. Ikram Chaghatai

SANG-E-MEEL PUBLICATIONS
25, SHAHRAH-E-PAKISTAN (LOWER MALL) LAHORE.